علامہ شامی اور "سبل الہدیٰ والرشاد"

ایک مطالعہ

محمد معاذ☆

Abstract

Subul al-Huda wa al-Rishaad

The book "*Seerat-e-Shamiyah*" is the one the high ranking published work of 'Allama Muhammad bin Yusuf al-Saalihi al-Shaami. He is considered to be a highly celebrated Muhaddith and Seerah-Writer of his time, from Syria. This book occupies an important place in the books written on Seerah.

The writer has compiled this book form the classical sources of Seerah books and the narrations found in the Ahaadith. From this aspect, the methodology adopted in *"Seerat-e-Shamiyah"* endorses all the preceeding work done on Seerah. The most significant aspect of this book is *"Sharhe Ghareeb"*.

In the begining, the writer of this article has given a detailed biography of 'Allama Muhammad bin Yusuf al-Saalihi al-Shaami. Then he has introduced the book of *Subul al-Huda wa al-Rishaad*, alongwith the books written on Seerah before this book. A comparative study has also been presented of these books which, has resulted in showing the prominent features of *Subul al-Huda wa al-Rishaad* for the readers. This article is the first part of this presentation.

علامہ شامی

آپ کا نام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف، لقب شمس الدین، کنیت ابو عبد اللہ اور نسبت الصالحی، الدمشقی، الشامی الشافعی، القادری، ثم المصری ہے۔

دسویں صدی ہجری کے عظیم محدث، نامور مؤرخ اور جلیل القدر سیرت نگار امام شامی ملک شام کے

☆ استاد گورنمنٹ کالج عارف والا

دارالخلافہ قدیم دمشق کی نواحی آبادی ''الصالحیۃ'' میں پیدا ہوئے۔(۱) یہ قصبہ دمشق کے قریب ایک بلند و بالا پہاڑ (قاسیون) کے دامن میں واقع ہے۔ قدیم زمانے میں اسے ربۃ النخل، قریۃ الجبل کے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ یہ مقام جبل قاسیون کے مشہور اور بابرکت مقامات میں سے ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں انبیائے کرام علیہم السلام اور بے شمار اولیائے عظام کی قبریں ہیں۔ مرورِ زمانہ کی وجہ سے اس وقت فقط سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔

حصول تعلیم

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے اپنے ملک شام سے ترک سکونت کر کے شہر مصر (القاہرہ) کو اپنا مسکن بنایا اسی شہر میں تعلیم و تربیت پائی اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام صحرائے قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں گزار دیئے۔

آپ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر ماہرِ علوم و فنون علماء سے اکتساب فیض کیا اور بلند علمی منصب مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں سے سرفہرست امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (م ۹۱۱ھ) کا نام آتا ہے۔ اور آپ کا شمار ان کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اگرچہ امام شامی کے تراجم کے مآخذ ان کے زمانہ طالب علمی کے تعین سے قاصر ہیں، مگر آپ کے اساتذہ کے زمانے میں مصر (القاہرہ) میں جو علمی گرم بازاری اور علوم و فنون کے مراکز کی رونق اور آبادی اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو امام شامی کے زمانۂ طالب علمی کا ایک مناسب خاکہ منظر عام پر آ سکتا ہے۔

جب امام شامی علیہ الرحمہ کے زمانۂ طالب علمی کا کھوج لگانے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سلسلے میں مندرجہ ذیل بیانات ان کے تحصیل علم کے زمانے کی طرف اشارہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اخذ عن الحافظ السیوطی و الشھاب القسطلانی (۲)

امام شامی نے حافظ سیوطی اور شہاب الدین قسطلانی سے اکتساب علم کیا۔

واما شیوخه الذین اخذ عنھم: ففی مقدمتھم الامام الجلال السیوطی رحمه الله تعالیٰ و کان الصالحی من اجل تلامذته، کما اخذ عن الشھاب القسطلانی (۳)

امام شامی نے جن شیوخ سے تحصیل علم کیا، ان میں سرفہرست امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔ (امام) صالحی ان کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، اسی طرح انہوں نے شہاب قسطلانی علیہ الرحمہ سے بھی علم حاصل کیا۔

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی امام سیوطی علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں سے عالی مرتبت شاگرد ہیں۔ اس اعتبار سے سیوطی علیہ الرحمہ کا تدریسی دور امام شامی علیہ الرحمہ کا تعلیمی (طالب علمی) دور بنتا ہے۔

امام سیوطی یکم رجب ۸۴۹ھ/ ۱۳/ اکتوبر ۱۴۴۵ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ (۴) اس طرح ان کی تدریسی زندگی کا آغاز ۸۷۲ھ کو تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں ہوا۔ اس کے بعد آپ مدرسہ شیخونیہ میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے۔

ماہ رجب ۸۷۷ھ میں، شیخ فخر الدین المقسی کی وفات کے بعد مدرسہ شیخونیہ میں تدریس حدیث کی مسند پر صدر نشیں ہوئے، اس وقت آپ کی اٹھائیس سال تھی۔ ۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء میں انہیں اس دار العلوم سے بھی اہم مدرسہ (البیبرسیہ) میں تدریس کے لئے منتخب کیا گیا، لیکن رجب ۹۰۶ھ/ فروری ۱۵۰۱ء میں انہیں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ جزیرۂ نیل کے ''الروضہ'' میں گوشہ نشیں ہو گئے۔ (۵)

اس طرح سیوطی علیہ الرحمہ کا زمانۂ تدریس ۸۷۲ھ سے ۹۰۶ھ تک چونتیس برسوں پر مشتمل ہے۔ امام شامی علیہ الرحمہ، سیوطی علیہ الرحمہ کے حلقۂ تلمذ میں کب آئے، مآخذ اس کے تعین سے قاصر ہیں، لہٰذا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا زمانۂ تدریس ہی، امام شامی علیہ الرحمہ کے حصول علم کا زمانہ ہے۔

سیوطی علیہ الرحمہ اور قسطلانی علیہ الرحمہ کا ایک ہی زمانہ ہے۔ البتہ امام قسطلانی کا سن وفات ۹۲۳ھ ہے اور سیوطی علیہ الرحمہ کا انتقال ۹۱۱ھ میں ہوا۔ اس طرح امام قسطلانی بارہ سال بعد تک حیات رہے۔ ان بارہ سالوں میں امام شامی کا امام قسطلانی سے کسب علم کا زیادہ امکان ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) اور سیوطی علیہ الرحمہ کے مابین اپنے وقت میں علمی چپقلش جاری رہی۔ امام قسطلانی اس مناقشے میں اپنے شیخ سخاوی کے تابع رہے۔ (۶)

امام قسطلانی حق کی اطاعت کرنے والے، تارک الدنیا افراد میں سے تھے۔ ان کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ سیوطی علیہ الرحمہ کے ساتھ مخاصمت میں اپنے شیخ سخاوی کے تابع تھے۔ جب ان پر واضح ہوا کہ سیوطی حق پر ہیں تو وہ ''روضہ'' میں ان کے مسکن پر ننگے پاؤں حاضر ہوئے اور جو کچھ ان کی طرف سے ان کے حق میں سبقت ہوئی اس پر اپنا عمامہ اتار کر معافی کے خواست گار ہوئے۔

جب ان واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو اشارۃ النص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام شامی کی اپنے شیخ سیوطی کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے امام سخاوی اور امام قسطلانی سے دوری رہی ہو۔ جب انہوں

نے شیخ سیوطی سے معافی مانگ لی تو وہ بعد قرب میں تبدیل ہو گیا ہو اور اس طرح استفادے کی سعادت میسر آئی ہو۔ بہر حال نتیجے کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نویں صدی ہجری کا اختتام اور دسویں صدی ہجری کا آغاز امام شامی علیہ الرحمہ کے حصول تعلیم کا دور ہے۔

اساتذہ و مشائخ

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی کے اساتذہ ومشائخ میں سے مندرج ذیل نام قابل ذکر ہیں۔

۱۔ ابوالفضل عبدالرحمن جلال الدین بن ابی بکر بن محمد جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ)

۲۔ ابوالعباس احمد بن محمد ابی بکر شہاب الدین القسطلانی (م ۹۲۳ھ)

۳۔ الشیخ شاہین بن عبداللہ الخلوتی المصری

۴۔ شجاع الدین عمر بن عبداللہ الخلوتی

۵۔ ابوزکریا شرف الدین یحیٰ المناوی

۶۔ برہان الدین بن یوسف

پہلے چار اساتذہ کا ذکر الکتانی نے کیا ہے۔ (۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں اقوال آئمہ نقل کرتے ہوئے، امام شامی اپنی تالیف میں، اپنے شیخ ابوزکریا کے بارے یوں نقل کرتے ہیں:

وکان شیخنا شیخ الاسلام شرف الدین المناوی یعول علیہ ویجیب بہ اذا سئل عنہما (۸)

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام شرف الدین المناوی اس موقف (کہ ان تک دعوت نہیں پہنچی) پر اعتماد کرتے تھے اور جب ان سے آپ ﷺ کے والدین کے بارے سوال کیا جاتا تو یہ جواب دیتے

اسی طرح امام شامی نے برہان الدین بن یوسف کے بارے بھی اپنے شیخ ہونے کی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں:

وسألت شیخنا شیخ الاسلام برهان الدین بن یوسف رحمه الله تعالیٰ عن ذالك فكتب لی بخطه (۹)

میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام برہان الدین بن یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس (حدیث) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اپنے خط میں مجھے لکھا۔

مندرجہ بالا عبارات سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ شیخ شرف الدین المناوی اور شیخ برہان الدین بن یوسف، امام صالحی کے اساتذہ میں سے ہیں۔

شرف الدین یحیٰ المناوی کا شمار عظیم علمائے شافعیہ میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں دو مرتبہ منصب قضاۃ پر فائز ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۸۵۲ھ میں اس منصب پر فائز ہوئے، ۸۶۹ھ میں آپ کو اس عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ ۸۷ھ میں دوبارہ منصب قضاۃ کا قلم دان آپ کے سپرد کیا گیا۔ (۱۰)

علامہ الشامی نے مصر کے جلیل القدر آئمہ و مشائخ سے اکتساب علم کیا اور قاہرہ کے باب النصر کے باہر صحرائے قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں مستقل سکونت اختیار کی اور باقی ماندہ زندگی وہاں بسر کر دی۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے اپنی تمام زندگی بغیر شادی کئے گزار دی، اس لئے اپنے خانگی معاملات خود ہی انجام دیتے تھے۔ جب آپ کے پاس کوئی مہمان آتا تو اس کی خدمت اپنے متعلقین کے سپرد نہ کرتے بل کہ مہمان نوازی کے امور خود انجام دیتے۔ (۱۱)

امام شامی کا علمی مقام

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، اپنے زمانے کے اجل امام تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں علوم کا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ وہ اپنے وقت کے بے مثل محدث، مفسر، مؤرخ، فقیہہ، ادیب اور نحوی ولغوی عالم تھے۔ تالیفات شامی ان کی تبحر علمی پر شاہد عادل ہیں۔ آپ مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ اور اپنے وطن کے علمی حلقوں میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے علمی مرتبے اور وجاہت کو آپ کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ کے ہم عصر علامہ شعرانی علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں:

كان عالما صالحا مفننا في العلوم (۱۲)

آپ صاحب علم، نیک اور علوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔

الہیثمی المکی کا قول ہے:

صاحبنا الشيخ العلامه الصالح الفهامة الثقة المطلع و الحافظ المتبع (۱۳)

ہمارے ساتھی شیخ، علامہ، نیک، (دین کو) بہت سمجھنے والے، (علوم میں) معتبر، (وسیع) معلومات رکھنے والے اور ایسے حافظ (حدیث) تھے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت مبالغہ آمیزی پر مبنی نہیں بل کہ ایک واضح حقیقت کا اظہار ہے اور امام شامی کے علمی مقام و مرتبے کی دلیل ہے۔ بالخصوص ''الحافظ'' کا لفظ تو آپ کی حدیث میں مہارت اور وسعت

معلومات کو واضح کر رہا ہے۔ محدثین کے ہاں حافظ حدیث اس کو کہا جاتا ہے جسے ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً مع جملہ احوال رواۃ یاد ہوں۔

عبدالحیٔ الکتانی لکھتے ہیں:

ھو الامام الحافظ محدث الدیار المصریۃ ومسند ھا (۱۴)

آپ امام، حافظ اور دیارِ مصریہ کے مستند (عالم دین) اور محدث ہیں۔

نیز شیخ ابوسالم العیاشی نے آپ کو ''امام المحدثین وخاتمۃ الحفاظ'' کے القاب سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے (۱۵) اور محمد بن جعفر الکتانی نے ''خاتمۃ المحدثین'' (۱۶) کے لفظوں کے ساتھ ان کی محدثانہ بصیرت کو واضح کیا ہے۔ ایک لبنانی عالم عادل نویھض نے امام شامی کو مؤرخ، مفسر اور حافظِ حدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے (۱۷) اور عمر رضا کحالہ نے بھی محدث، حافظ اور مؤرخ کے الفاظ لکھے ہیں۔ (۱۸)

احمد عطیۃ اللہ نے آپ کے بارے لکھا ہے:

وکان من تلامیذ الجلال السیوطی وتوفر علی علوم الحدیث والتاریخ (۱۹)

امام شامی کے علمی مشاغل

امام شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت ہی آپ کے علمی مشاغل کی وضاحت کرتی نظر آتی ہے۔ آپ کے علمی مشاغل دو طرح کے تھے ۱۔ تدریس، ۲۔ تالیف

۱۔ امام شامی مدرسہ برقوق میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، (۲۰) یہ وہ مدرسہ ہے جس میں امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) بھی، بہاء مشہدی کی وفات کے بعد تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ (۲۱) علامہ سخاوی اس مدرسے کے نظامِ تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ومن آثار ہ المدرسۃ الفائقۃ بین القصرین لم یتقدم بناء مثلھا فی القاھرۃ، وسلك فی ترتیب من قرر ہ فیھا مسلك شیخون فی مدرستہ. قرر فیھا اربعۃ من المذاھب وشیخ تفسیر وشیخ اقراء و شیخ حدیث وشیخ میعاد بعد صلوۃ الجمعۃ (۲۲)

(برقوق) کے آثار میں سے اس کا وہ عالی شان مدرسہ ہے، جو دو محلوں کے درمیان ہے۔ قاہرہ میں اس سے پہلے اس جیسی (عالی شان) عمارت نہیں تھی۔ اس نے اس مدرسے میں وہ نظامِ (تعلیم) ترتیب دیا جو شیخون نے اپنے مدرسے (شیخونیہ) میں ترتیب دیا تھا۔ یعنی اس میں چاروں مذاہب (کی تعلیم) کو جاری کیا، شیخ تفسیر، شیخ قرأت، شیخ حدیث اور شیخ

میعاد جو نماز جمعہ کے بعد وعظ و نصیحت کرتا، مقرر کئے۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کا اہم ترین مشغلہ تحریر و تالیف کا مشغلہ تھا۔ آپ کی تالیفات جو مختلف علوم پر مشتمل ہیں آپ کے ذوقِ علمی اور وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے زیرِ تحقیق آپ کی تالیف ''سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' وہ عظیم علمی شاہ کار ہے جس کو آپ اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔

امام شامی کی شخصیت

پُر وجاہت شخصیت: امام شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت جن اوصاف حسنہ کی مالک تھی، ان کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ علامہ شعرانی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ آپ کے بیان کی روشنی میں شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت کا جو خاکہ سامنے آتا ہے وہ اس طرح ہے کہ آپ انتہائی بارعب شخصیت اور نفیس طبع کے مالک تھے۔ (۲۳)

شامی علیہ الرحمہ اپنے سر پر لمبا عمامہ پہنتے تھے، سر پر بڑا عمامہ رکھنا اس دور کے سلاطین و امرا اور شریف النفس لوگوں میں عام رواج تھا۔ بلکہ امرا تو خاص قسم کے عمدہ عمامے اپنے حواریوں کو تحفے کے طور پر بھی دیتے تھے۔

علامہ شعرانی امام شامی کے عمامے کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں:

كانت عمامته نحو سبعة اذرع على عرقية (۲۴)

آپ کی دستار عرقیہ پر سات ہاتھ کے لگ بھگ تھی۔

مذکورہ بیانات جہاں شامی علیہ الرحمہ کی بارعب شخصیت کو واضح کر رہے ہیں وہاں ان کی پرکشش اور نفیس شخصیت کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

خوش گفتار: علامہ شامی علیہ الرحمہ کا ایک عمدہ وصف خوش کلام ہونا بھی ہے۔ علامہ شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں **کان حلو المنطق** (۲۵) آپ میٹھی بولی والے تھے۔ یہ وصف ایسا ہے جو شخص بھی اس سے متصف ہوگا وہ ہر دل میں عزیز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور کے محبوب عالم اور اپنے طلبہ کے لئے محبوب استاد تھے۔

باحیا: آپ بہت شرم و حیا والے تھے اور **قل للمؤمنين يغضوا من ابصار هم** (۲۶) کا مصداق کامل تھے۔ علامہ شعرانی کے بقول:

لم يزل غاضا طرفه كما هو سواء كان ماشيا او جالسا رحمه الله تعالىٰ (۲۷)

آپ ہمیشہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اپنی نگاہوں کو پست رکھتے تھے۔

عابد وزاہد: اللہ پاک نے اپنے عبادت گزار بندوں کے اوصاف اپنے کلام مقدس میں بیان فرمائے۔ ارشاد فرمایا:

والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما (۲۸)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب (کی رضا) کے لئے سجدے اور قیام کی حالت میں راتیں گزار دیتے ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ بھی ان اوصاف کے حاملین میں سے تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

کثیر الصیام والقیام بت عندہ اللیالی فما کنت أراہ ینام فی اللیل الا قلیلا (۲۹)

آپ اکثر روزے رکھتے اور (رات کو) قیام کرتے۔ میں نے ان کے پاس چند راتیں گزاریں، میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سویا کرتے تھے۔

امام شامی کے تعارف کے آغاز میں علامہ شعرانی کے یہ الفاظ **منھم الشیخ الصالح الزاھد** (۳۰) ان کے زہد وتقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی پر دلالت کرتے ہیں، دنیا اور اہل دنیا کے مابین رہ کر دنیا وما فیھا سے زہد اختیار کرنا خلوت گزیں عابد وزاہد سے بدرجہا بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہی پہلو عمومی ہے، یہی پہلو امام شامی کی زندگی پر غالب نظر آتا ہے، یعنی آپ خشک زاہد نہ تھے بلکہ شب زندہ دار عالم تھے۔

عالم باعمل: امام شامی علیہ الرحمہ متبع سنت اور باعمل عالم شرع تھے۔ علامہ ہیتمی مکی علیہ الرحمہ نے آپ کو "المتبع" (۳۱) کے لقب سے ملقب فرمایا اور علامہ شعرانی نے آپ کے متعلق **المتمسك بالسنة المحمدیة** (۳۲) کے الفاظ رقم فرمائے۔

امراو حکام سے بے نیاز: ایک وقت تک مسلمانوں کے بیت المال کو ان کی امانت سمجھ کر، اس میں جائز اور درست انداز میں تصرف ہوتا رہا۔ رفتہ رفتہ خلافت کے ملوکیت میں تبدیل ہونے کے بعد حکمران اس مال کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرنے لگے۔ اس طرح ان کے اموال میں پاک وناپاک کی امیزش ہوتی چلی گئی۔ اسی لئے صاحب تقویٰ حضرات ان امرا کی محافل ومجالس سے احتراز کرنے لگے۔ امام شامی علیہ الرحمہ بھی امرا وسلاطین سے دور رہتے تھے۔ امام شعرانی نے اس وصف کا بیان یوں کیا ہے:

کان لایقبل من مال الولاۃ واعوانھم شیئا ولا یأکل من طعامھم (۳۳)

آپ صاحب اقتدار اور ان کے اعوان وانصار کا مال قبول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

یتیموں کے خیر خواہ: امام شامی علیہ الرحمہ غریبوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کے کام آنے والی شخصیت کے مالک تھے دیگر لوگوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات آپ کی طبیعت میں راسخ تھے۔ بالخصوص طلبائے دینیہ کے ساتھ غم خواری آپ کی طبیعت کا جزلاینفک تھی۔ علامہ شعرانی آپ کے اس وصف کو اس طرح نمایاں کرتے ہیں:

> **کان اذامات احد من طلبة العلم وخلف اولادا قاصرين و له وظائف يذهب الى القاضي و يتقرر فيها ويباشرها ويعطي معلومها للايتام حتىٰ يصلحوا للمباشرة (۳۴)**
>
> طلبہ میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا اور پیچھے اولاد چھوڑ جاتا، تو اسے ملنے والے وظائف، قاضی کے پاس جا کر ان کے بچوں کے لئے مقرر کرادیتے۔ معاملات کی خود نگرانی کرتے۔ یتیم بچوں کے بارے معلومات فراہم کرتے، حتیٰ کہ وہ کاروبار کرنے کے قابل ہو جاتے۔

مذکورہ عبارت اس بات کی وضاحت کرتی نظر آتی ہے کہ امام شامی فقط ایک واعظ وناصح معلم یا ایک گوشہ نشیں عابد ہی نہ تھے بل کہ معاشرے کے ایک ایسے فعال رکن تھے جن کا مطمع نظر مخلوق خدا کے کام آنا اور ان کی خدمت کرنا تھا۔

وصال

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمہ کے تراجم کے تقریباً جملہ مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا وصال ۹۴۲ھ میں ہوا۔ (۳۵) ابن العماد حنبلی نے ''احمد العجمی'' (م ۱۰۸۶ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بے شک آپ اسی سن چودہ شعبان پیر کے دن فوت ہوئے۔ (۳۶) حاجی خلیفہ نے آپ کی وفات کا سن ۱۹۴۲ء بیان کیا ہے۔ (۳۷) بغدادی کی ''ایضاح المکنون'' میں امام شامی کی تاریخ وفات ۹۱۲ھ درج ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نظام الدین الفتیح لکھتے ہیں کہ میں اسے سہو قلم سمجھتا ہوں۔ (۳۸)

شیخ نذیر حسین نے سیرت شامی کے عنوان سے (معارف اعظم گڑھ، ج ۱۲۸، ماہ جولائی ۱۹۸۱ء) میں (۵۶۵۴) تین صفحات پر مشتمل ایک مختصر مضمون میں امام شامی کی تاریخ وفات (۹۴۲ھ/ ۱۰۳۶ء) درج کی ہے اور اس کے بعد فہرس الفہارس کا حوالہ دیا ہے۔ فہرس الفہارس میں امام شامی علیہ الرحمہ کے بارے مرقوم ترجمہ میرے پیش نظر ہے، اس میں ان دونوں سنین میں سے کوئی ایک سن بھی درج نہیں، البتہ

انہوں نے فہرس الفہارس مطبوعہ فاس کا حوالہ دیا ہے، جب کہ میرے زیرِ مطالعہ مطبوعہ بیروت والا نسخہ ہے۔ ممکن ہے نسخوں کے تفاوت میں الفاظ کی کمی بیشی موجود ہو (واللہ اعلم)

فقہی رجحان

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فقہی مشرب کے لحاظ سے شافعی تھے۔ اسماعیل باشا البغدادی نے شمس الدین الصالحی الحنفی (۳۹) کے الفاظ سے آپ کا تعارف کرایا ہے۔ ہدیۃ العارفین کے مصنف کی یہ سبقت قلمی ہے یا انہیں اس بات سے اشتباہ واقع ہوا ہے کہ انہوں ''امام اعظم ابوحنیفہ'' علیہ الرحمہ کی سیرت پر دفاعی انداز میں ایک کتاب ''عقود الجمان'' کے نام سے لکھی۔ ممکن ہے کہ اسی وجہ ان کو حنفی سمجھا گیا ہو، جب کہ تراجم شامی کے جملہ مآخذ آپ کی نسبت شافعیہ کے ہی مؤکد ہیں۔ امام شامی کے تلمیذ خاص محمد بن محمد محبّ الدین بن احمد الغیشی المالکی (م ۹۱۷ھ) نے ان کی نسبتِ شافعیہ کو ان ہی الفاظ میں بیان کیا ہے۔ (۴۰) امام شامی علیہ الرحمہ نے خود اپنی تالیف عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان کے آخر میں اپنے نام کے ساتھ اپنے شافعی المسلک ہونے کی صراحت کی ہے۔ نیز آپ نے اپنی تالیف سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد میں اپنی شافعی نسبت کا اظہار یوں کیا ہے:

هذا مذهبنا لا خلاف فيه بين أئمتنا الشافعية في الفقه و الاشاعرة في الاصول، وقد نص على ذالك امامنا الشافعي رضى الله تعالى عنه في الأم والمختصر (۴۱)

یہ ہمارا مذہب ہے (کہ جس کو دعوت توحید و رسالت نہیں پہنچی وہ وفات کے بعد نجات پا جائے گا) جس میں اشعری (ائمہ) کے اصول میں اور ہمارے آئمۂ شافعیہ کے مابین فقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس مسئلے پر ہمارے امام شافعی علیہ الرحمہ کی نص کتاب الام اور المختصر میں موجود ہے۔

اندازِ فکر

امام شامی علیہ الرحمہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنی سیرت شامیہ میں اپنے فکری رجحانات کو جمہور علماء آئمہ کے اقوال وآثار اور ادلۂ واضحہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ذیل میں ان کے اندازِ فکر اور رجحانات کو چند مثالوں کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے۔

۱۔ **شفاعت:** اہل سنت و جماعت کے جملہ مذاہب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن انبیاء و رسل اور صالحین کی شفارش، ان کی امتوں اور متعلقین کے حق میں قبول کی جائے گی۔

والشفاعة ثابتة للرسل و الاخيار فی حق اهل الكبائر با لمستفيض من الاخبار خلافا للمعتزلة (۴۲)

کبائر کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں رسولوں اور نیک لوگوں کی شفاعت احادیث سے ثابت ہے، جب کہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف سبل الہدیٰ والرشاد میں احوال قیامت کو چند ابواب میں ذکر کیا ہے انہوں نے الباب السادس کا عنوان **فی شفاعته العظمیٰ لفصل القضاء والاراحة من طول الوقوف** کے الفاظ سے قائم کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهی التی يرغب اليه فيها الخلق كلهم حتیٰ الانبياء (۴۳)

قیامت کے دن میدان محشر میں طویل عرصے تک قیام کی تکلیف سے راحت پانے اور حساب و کتاب کے سلسلے میں آپ ﷺ کی شفاعت ایسی عظیم ہے کہ جس میں تمام مخلوق کے علاوہ، انبیائے کرام علیہم السلام بھی راغب ہوں گے۔

اس کے بعد ساتویں باب میں شفاعت کی قسمیں اور کیفیات کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والا دلة علی ذالك كثيرة شهيرة فی الصحيحين وغيرهما ولا عبرة بانكار المعتزلة لها (۴۴)

صحیحین اور دیگر کتب میں اس (شفاعت کے) مسئلے میں دلائل کثیر و معروف ہیں، جس میں معتزلہ کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

۲۔ عذاب قبر: اہل سنت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ برزخی جہان میں راحت و تکلیف کا ہے۔ معتزلہ و روافض میں سے بعض اس کے منکر ہیں۔

انكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان الميت جماد لا حيوة له ولا ادراك فتعذيبه محال (۴۵)

بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے (وہ کہتے ہیں) کہ میت بے جان چیز ہے، جس میں قوت حیات و ادراک نہیں، لہذا اس پر عذاب محال ہے۔

اس مسئلے میں امام شامی علیہ الرحمہ کی فکر معتزلہ اور روافض کے خلاف ہے۔ آپ نے مذکور باب کے تحت ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل برزخ کے جزا و سزا کا مشاہدہ کیا۔

۳۔ بعث یوم القیامۃ: اہل اسلام اس عقیدے پر یقین رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اللہ پاک

مردوں کو قبروں سے حشر فرمائے گا، جب کہ فلاسفہ اس کے منکر ہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ایک مستقل باب میں وہ احادیث وارد کی ہیں جن میں یوم قیامت لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کا بیان ہے۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا (۴۶)

جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے زندہ ہو کر نکلوں گا۔

۴۔ **معراج**: اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج حق ہے۔ اپنے گھر سے بیت المقدس اور اس کے بعد جہاں تک اللہ پاک نے چاہا اپنے حبیب پاک ﷺ کو سیر کرائی۔ جمہور اہل سنت اس بات کے بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں روح مع الجسد معراج ہوا۔ فلاسفہ اس بات کے منکر ہیں۔ (۴۷) علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو حضور ﷺ کے بیت المقدس تک کے سفرِ معراج کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا، کیوں کہ نصِ قطعی اس پر بین دلیل ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا فکر ان تمام مسائل میں اہل سنت والجماعت کے موافق ہے۔ آپ نے اپنی سیرت کے تیسرے جز میں قصۂ معراج کے آغاز میں نقل فرمایا ہے کہ میں اللہ پاک کی بارگاہ میں استخارے کے بعد، بعض احادیث کو بعض میں داخل کر کے اس قصۂ معراج کو ایک واقعے کی صورت میں ترتیب دے دیا ہے تا کہ سننے والوں کو نفع حاصل ہو۔ اگر تو یہ سوال کرے کہ معراج تو متعدد ہیں تو نے ایک قصہ کیوں بنایا، تو میں یہ کہوں گا: (۴۸)

قال فی زاد المعاد هذه طريقة ضعفاء الظاهرية من ارباب النقل الذين اذا رأوا فی القصة لفظة تخالف سياق بعض الرواة جعلوا مرة اخری فكلها اختلف عليهم الرواة عددوا هم الوقائع، والصواب الذی عليه أئمة، النقل ان الاسرآء كان مرة واحدة بمكة بعد البعثة (۴۹)

(علامہ ابن قیم جوزی نے) زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ (فرقۂ) ظاہریہ کے ضعیف ناقلین کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی واقعے میں بعض راویوں کی روایت میں اختلاف دیکھتے ہیں تو اس کو ایک واقعہ شمار کرتے ہیں، جب چند راوی (ایک دوسرے سے) مختلف روایات بیان کرتے ہیں تو وہ ان واقعات کو متعدد بنا دیتے ہیں۔ درست بات وہی ہے جس پر آئمۂ نقل متفق ہیں کہ معراج بعثت کے بعد مکہ میں ایک مرتبہ ہی ہوا۔

اس کے بعد حافظ عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمہ کا قول ان کی تاریخ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں

کہ مالک بن صعصعۃ کی روایت میں ''بیت المقدس'' کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض راوی سامع کے علم کی بنا پر کچھ واقعہ حذف کر دیتے ہیں یا بھول جاتے ہیں، یا اہم بات کو بیان کر دیتے ہیں، تو اس وجہ سے اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ آخر میں نتیجے کے طور پر لکھتے ہیں:

ولم ینقل ذا لك عن احد من ا لسلف ولو تعدد هذا ا لتعدد لأخبر ا لنبی ﷺ به امته و لنقله الناس علی التكرار. (۵۰)

حال آں کہ سلف میں سے کسی نے بھی یہ بات نقل نہیں کی، اگر معراج متعدد ہوتے تو ضرور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو اس کی خبر دیتے اور لوگ (راوی) بھی اسے تکرار کے ساتھ بیان کرتے۔

اس کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمہ نے واقعہ معراج ترتیب سے بیان کیا ہے، جو سیرت شامیہ کے جز ثالث میں صفحہ نمبر ۷۹ سے ۹۵ تک مذکور ہے، جس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے عجائبات، امامت انبیاء، آسمان اول سے سدرۃ المنتہیٰ ''وماورآء ذالک'' جنت و دوزخ کے مشاہدات تک مذکور ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے واقعہ معراج کے بارے شبہات ڈالنے والے بدعقیدہ لوگوں کے دلائل ذکر کرنے کے بعد ان کے جوابات نقل کئے ہیں اور اس سلسلے میں اپنے نظریات و افکار کو یوں واضح کیا ہے:

اعلم ان الاسرآء برسول الله ﷺ لم یخالف فی وقوعه احد من المسلمین و انما طعن اهل الزیغ بشبه باطلة ... وانا مورد تلك الشبه ثم اتبعها بالرد (۵۱)

رسول اللہ ﷺ کا معراج یقیناً ایسا واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں اس کا کوئی بھی مخالف نہیں۔ جب کہ اس میں اہل زیغ (فرقِ باطلہ) نے شبہات کے ساتھ طعن کیا ہے۔ ان شبہات کے ذکر کے بعد، میں اس کے جوابات دوں گا۔

منکرین معراج کے مختلف اشکالات کے جوابات دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر جسم کثیف کا صعود مستبعد ہے تو پھر جسم لطیف روحانی کا عرش سے مرکز عالم کی طرف نزول بھی عقل سے ماورا ہوگا۔

فان كان القول بمعراج النبی ﷺ فی ا للیلة ا لواحدة ممتنعا كان القول بنزول جبریل علیه السلام من العرش الی مكة فی اللحظة الواحدة ممتنعا كذالك (۵۲)

اگر نبی کریم ﷺ کے معراج کی بات ایک رات میں ناممکن ہے تو عرش سے مکہ کی طرف ایک لمحے میں نزول جبریل کی بات بھی ناممکن ہے۔

امام شامی سفرِ معراج کے بیداری کے عالم میں وقوع پذیر ہونے کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو ابن کثیر، ابن حزم اور حافظ ابن حجر کے حوالے سے اس طرح بیان کرتے ہیں:

ویحصل به الاتفاق بان الاسرآء کان فی الیقظة بعد البعثة وقبل الهجرة (۵۳)

اس بات پر اتفاق ہے کہ سفرِ معراج بعثت کے بعد اور ہجرت سے پہلے بیداری کی حالت میں تھا۔
منکرینِ معراج کے بارے میں اپنی فکر ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

لایتوهم بما تسمعه فی قصة المعراج من الصعود وا لهبوط ان بین العبد وربه مسافة، فان ذالك كفر، نعوذ بالله من ذالك (۵۴)

سامع کو قصۂ معراج میں عروج ونزول کی بات وہم (شبہ) میں نہ ڈالے کہ بندے اور رب کے مابین مسافتِ (بعیدہ) ہے، بے شک یہ بات کفر ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۵۔ رؤیت باری تعالیٰ: اہل سنت کے عقیدے کے مطابق دنیا وآخرت میں دیدارِ الٰہی ممکنات میں سے ہے، اگر ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام رب ارنی انظر الیكِ (۵۵) کہہ کر اس کی خواہش نہ کرتے۔

فلو لا تکن ممکنة لکان طلبها جهلا بما یجوز فی ذات الله وما لا یجوز اوسفها وعبثا وطلبا للمحال والانبیاء منز هون عن ذالك (۵۶)

پس اگر یہ (رویت باری تعالیٰ) ممکن نہ ہوتو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسے طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق جائز وناجائز کے بارے میں جہل پر مبنی ہوگا یا سفاہت وعبث اور طلب محال پر مبنی ہوگا۔ حال آں کہ انبیاء اس سے پاک ہیں۔

قال اهل السنة وا لجماعة الرؤیة علی الله تعالیٰ جائزة وقالت المعتزلة والجهمیة و الیهود بانها لا تجوز (۵۷)

اہل سنت نے رؤیت باری تعالیٰ کو جائز کہا ہے، جب کہ معتزلہ، جہمیہ اور یہود اسے جائز نہیں کہتے۔
علامہ شامی علیہ الرحمہ کی فکر اس مسئلے میں بھی اہل سنت کے موافق ہے۔ اس سلسلے میں اپنے موقف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

اعلم ان الصواب ا لذی علیه اهل ا لحق ان رؤیة الله سبحانه وتعالیٰ ممکنة غیر مستحیلة عقلا واجمعوا ایضا علی وقوعها فی الآخرة، وان المؤمنین

یرون الله تعالیٰ، وزعمت طوائف من اهل البدع ان الله تعالیٰ لا یراه احد من خلقه وان رؤیته مستحیلة عقلا، و هذا الذی قالوه خطأ صریح و جهل قبیح (۵۸)

یقیناً وہی درست ہے جس پر اہل حق ہیں ۔بے شک رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے، عقلاً غیر محال نہیں ۔نیز آخرت میں اس کے وقوع پر اتفاق ہے۔یقیناً اہل ایمان اللہ پاک کی زیارت کریں گے۔طائفۂ اہل بدعت کا گمان ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، کیوں کہ اسے دیکھنا عقلاً محال ہے۔ان کا یہ کہنا صریحاً خطا اور جہل پر مبنی ہے۔

۶۔المسح علی الخفین : چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا اہل سنت کے عقیدے میں جائز ہے۔قرآن مجید کے حکم پر یہ تجاوز حدیثِ مشہور کی وجہ سے جائز ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلے کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن رات اور مقیم کے لئے ایک دن رات کی اجازت فرمائی ہے۔(۵۹)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پایا جو خفوں پر مسح کو جائز قرار دیتے تھے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب تک روزِ روشن کی طرح مجھ پر واضح نہیں ہوا، میں نے خفوں پر مسح کرنے کا حکم نہیں لگایا۔امام کرخی فرماتے ہیں کہ خفوں پر مسح جائز نہ سمجھنے والے پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے، کیوں کہ اس بارے میں آثار حدِ تواتر تک منقول ہیں۔(۶۰)

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا اندازِ فکر اس مسئلے میں بھی اہل سنت کے موافق نظر آتا ہے۔آپ نے اپنی سیرت شامیہ کے جز ثامن (آٹھویں) میں ایک باب کا عنوان فی مسحه ﷺ علی الخف و الجبائر قائم کیا ہے اور اسے چند انواع میں منقسم کیا ہے۔لکھتے ہیں:

الاول: فی ان النبی ﷺ مسح علی الخفین خلافا للمبتدعة (۶۱)

پہلی نوع اس مسئلے میں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے خفوں پر مسح فرمایا ہے جب کہ اہل بدعت اس میں اختلاف کرتے ہیں۔

اس نوع کے ماتحت خفوں پر مسح کے جواز سے متعلق اٹھارہ احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والاحادیث فی هذا الباب کثیرة جدا، وفیما ذکر کفایة (۶۲)

اس سلسلے میں احادیث بہت زیادہ ہیں، جو ذکر کردی گئیں وہی کافی ہیں۔

۷۔فقہی اندازِ فکر: امام شامی علیہ الرحمہ مجتہدانہ بصیرت کے مالک بھی ہیں۔ان کی سیرت

شامیہ میں کہیں کہیں مجتہدانہ اندازِ فکر کی جھلک بھی ملتی ہے، جہاں وہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً اپنی سیرت کے جز ثامن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت سے متعلق گیارہ احادیث لاتے ہیں۔ جن میں سر کے مسح کے بارے ایک مرتبہ سے تین مرتبہ کے اقوال منقول ہیں۔ تنبیہات کے ماتحت تعدد مسح پر مزید بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن القیم: والصحیح انہ ﷺ لم یکرر مسح راسہ

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے سر کے مسح میں تکرار نہیں کیا۔

علامہ شامی، ابن قیم کی اس وضاحت پر تعقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوداؤد میں دو طرق سے حدیث مروی ہے، ایک حدیث جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔ دوسری حدیث جو حضرت ربیع بنت معوذ سے ہے کہ آپ نے دو مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔

علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ راویوں کا اختلاف مسح کے متعدد ہونے پر محمول ہے۔ لہٰذا ایک مرتبہ مسح والی روایت مسح کے متعدد ہونے کے منع پر دلیل نہیں بن سکتی۔ ان دلائل کے بعد لکھتے ہیں:

ویحتج للتعدد با لقیاس علی ا لمغسول، لان ا لوضوء طھارۃ حکمیۃ لا فرق فی ا لطھارۃ الحکمیۃ بین الغسل والمسح (۶۳)

(وضو میں) دھلنے والے اعضا پر قیاس کرتے ہوئے (مسح کے) متعدد ہونے کی دلیل قائم کی جاسکتی ہے، کیوں کہ وضو طہارت حکمی ہے۔ طہارتِ حکمی میں غسل اور مسح کے مابین کوئی فرق نہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ قیاس اور احادیث کے حوالے سے تین مرتبہ مسح کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

تالیفات

امام شامی علیہ الرحمہ کی متعدد فنون میں تالیفات ہیں، جو ان کے علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان کتب کا ذکر کیا جائے گا جو ''شذرات الذہب'' جلد سابع کے صفحہ ۱۵۱ پر ابن العماد حنبلی نے، کتاب ''ازواج النبی'' کے مقدمے میں صفحہ ۱۳۱ پر محمد بن نظام الدین الفقیح نے اور سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول کے مقدمے میں ص ۳۹، ۴۰ پر الشیخ عادل احمد عبدالموجود اور الشیخ علی محمد معوض نے درج کی ہیں۔

۱۔ **الآیات العظیمۃ الباھرۃ فی معراج سید اھل الدنیا والآخرۃ**

حاجی خلیفہ نے اس کا تعارف یوں پیش کیا ہے:

فانہ لما فرغ اقتضب منہ قصۃ المعراج فی کتاب تبیان الآیات العظیمۃ، اولہ

الحمد لله الذی رفع سید خلقه... الخ، رتب علی سبعة عشر بابا (۶۴)

(امام شامی) جب اپنی کتاب سبل الہدیٰ والرشاد سے فارغ ہوئے تو اس سے قصۂ معراج کو الگ کتاب کی صورت میں ترتیب دیا جس کی ابتدا الحمد للہ رفع سید خلقہ .... سے ہوتی ہے اور اسے سترہ ابواب پر مرتب کیا۔

صاحب کشف الظنون کے اس قول کی تائید، علامہ محمد بن جعفر الکتانی نے یوں کی ہے:

رتبه علی سبعةعشر بابا (۶۵)

انہوں نے اسے سترہ ابواب پر ترتیب دیا۔

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے صراحت کی ہے کہ اس کا مخطوطہ ظاہریہ میں سیرت کے عنوان کے تحت (۱/۳۸) موجود ہے۔ (۶۶)

۲۔اتحاف الاریب بخلاصة الأعاریب

۳۔الاتحاف بتمییز ماتبع فیه البیضاوی وصاحب الکشاف

عادل نویھض نے خیر الدین الزرکلی کے حوالے سے امام شامی کی اس تصنیف کے بارے لکھا ہے:

وهو رسا لة رأیت نسخة منها فی خزانة ا لرباط، کتب علیها تا لیف ا لشریف ابن حمزة الارمیونی (۶۷)

یہ ایک رسالہ ہے، جس کا ایک نسخے میں نے رباط کے خزانہ میں دیکھا، جس پر لکھا تھا کہ یہ سید ابن حمزہ الارمیونی کی تالیف ہے۔

جب کہ الزرکلی کی تالیف کے حاشیے میں لکھا ہے:

ان کتابه (الاتحاف) نسبه بعضهم الی محمد بن علی الداودی المتوفیٰ سنة ۹٤٥ والراجح انه لصاحب الترجمة (۶۸)

بے شک ان (امام شامی) کی کتاب ''الاتحاف'' کی نسبت بعض نے محمد بن علی الداودی (م ۹۴۵ھ) کی طرف کی ہے۔ حال آں کہ راجح بات یہ ہے کہ صاحب ترجمہ کی ہی تالیف ہے۔

صاحب کشف الظنون نے بھی الاتحاف امام شامی کی تالیف بتائی ہے۔ (۶۹)

۴۔اتحاف الراغب الواعی فی ترجمة ابی عمر و الاوزاعی

۵۔تفصیل الا ستعاذة فی بیان کلمتی الشهادة

علامہ ابن العماد حنبلی نے ''الاستعاذہ'' کے بہ جائے الاستفادہ کا لفظ تحریر کیا ہے۔ (۷۰)

۶۔الجامع الوجیز الخادم للغات القرآن العزیز

سیرت شامیہ میں، حضور ﷺ کے اسمائے گرامی کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

الر، المر، المص ذکرھا (د): (لابن دحیة) والمشهور أنها من اسماء الله تعا لیٰ فان صح ما قاله کانت مما سماه الله تعالیٰ به من اسمائه وقد بسطت الکلام علی ذالك فی کتاب القول الجامع الوجیز الخادم للقرآن العزیز (۷۱)

اغلب یہ ہے کہ امام شامی کی یہ تالیف حروفِ مقطعات سے متعلق اقوال وتشریحات پر مشتمل ہے۔ ان کا ہی ایک قول اس مفہوم کو واضح کررہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"طٰه" ... وقیل: انه من اسماء الله تعا لیٰ وقد اشبعت الکلام علی هذه الاسماء الواقعة فی اوائل السور فی کتابی: القَول الجامع الوجیز الخادم للقرآن العزیز (۷۲)

۷۔الجواہر النفائس فی تحبیر کتاب العرائس

اس کتاب میں امام شامی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب میں آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باقی انبیائے کرام علیہم السلام کا تعارف بھی دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تعارف میں آپ خود یوں رقم طراز ہیں:

و قد بسطت ا لکلام علی الانبیاء ا لمذکورین فی النسب الشریف مع تراجم بقیة الانبیاء فی کتاب "الجواهر النفائس فی تحبیر کتاب العرائس" اعان الله علی اکماله وتحریره (۷۳)

۸۔رفع القدر ومجموع الفتوة فی شرح الصدر وخاتم النبوة

اس کتاب کے نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے جود وسخا، عفوودرگزر جیسے اخلاق فاضلہ اور آپ کی ختم نبوت کے عنوانات پر قلم اٹھایا گیا ہوگا۔

۹۔سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد

اس کتاب کا تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں میں پیش کیا جائے گا۔

۱۰۔شرح الآجرومیة فی النحو

ابن العماد نے اس کا تلفظ ہمزہ کے بغیر شرح الجرومیۃ لکھا ہے۔(۷۴)

۱۱۔عقود الجعمان فی مناقب ابی حفیفة الفعمان

امام شامی علیہ الرحمہ کی یہ کتاب ۴۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ مطبعہ معارف شرقیہ (جے ایم پرنٹنگ پریس) چھتہ بازار حیدرآباد (ہندوستان) سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سلفیہ (لاہور) میں موجود ہے۔

یہ کتاب آپ نے ان کتابوں کے رد میں دفاعی انداز میں لکھی جن میں امام موصوف کو ہدفِ طعن بنایا گیا۔ اس کی تلخیص امام ابن حجر احمد بن حجر المکی الہیثمی نے الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کے نام سے کی ہے۔ یہ کتاب مقدمہ، چھبیس ابواب اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں چھ فصول ہیں۔ امام شامی اپنی اس تالیف سے ۹۳۹ھ میں فارغ ہوئے۔ اس کا تذکرہ عقود الجمان کے آخر میں آپ نے خود کیا ہے۔ (۷۵)

۱۲۔ عین الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

۱۳۔ الفتح الرحمانی فی شرح أبیات الجرجانی

اس میں علامہ جرجانی کے علم کلام کے موضوع پر لکھے گئے اشعار کی امام شامی نے شرح کی ہے۔

۱۴۔ الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق

یہ کتاب امام شامی کی تالیفات میں سے پہلے نمبر پر بیان شدہ کتاب کا اضافہ شدہ الحاقی حصہ ہے، جسے الگ کتاب کی صورت میں ترتیب دیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ اس کے بارے لکھتے ہیں:

ثم ظفر باشیا فالحقھا وسماہ: الفضل الفائق (۷۶)

پھر انہوں نے (قصۂ معراج پر) مزید اشیا (علمی مواد) پائیں تو اس کتاب (الآیات الباہرۃ) کے ساتھ شامل کر دیں اور اس کا نام الفضل الفائق رکھا۔

حاجی خلیفہ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معراج سے متعلق پہلی کتاب پر یہ مواد مزید اضافہ تھا۔ مگر جب ''شذرات الذہب'' کے سیاق وسباق کو دیکھا جاتا ہے تو الآیات البینات، الآیات العظیمۃ کی تلخیص محسوس ہوتی ہے۔ ابن العماد کی عبارت کچھ یوں ہے:

ولہ من المؤلفات و الآیات العظیمۃ الباھرۃ فی معراج سید اھل الدنیا و الآخرۃ و مختصرہ المسمیٰ بالآیات البینات فی معراج سید اھل الارض والسماوات (۷۷)

اس کا ایک نسخہ مخطوطے کی صورت میں دار الکتب المصریہ شعبہ ادب میں ۲۲۰۶۲ نمبر پر موجود ہے۔ (۷۸)

امام شامی علیہ الرحمہ نے ان دونوں کتابوں کی وضاحت اپنی سیرت شامیہ میں ابواب معراج کے آغاز میں اس طرح کی ہے:

قد کنت افردت کتابا حا فلا فی ھذا ا لباب سمیته: الآیات ا لبینات فی معراج سید اھل الارض و ا لسماوات، ثم ظفرت باشیا لم یتیسر ا لوقوف علیھا اذ ذاك، فجمعت کتابا آخر سمیته: الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق فاجتمع فیه فوائد ونفائس لا توجد مجموعة الافیه، فرأیت ان اذکر ھنا خلاصة (۷۹)

میں نے اس عنوان پر ایک مستقل ضخیم کتاب لکھی ہے، جس کا نام **الآیات البینات فی معراج سید اھل الارض والسماوات** رکھا۔ پھر مجھے (مزید) چیزوں کے حصول میں کامیابی ہوئی، جن پر مطلع ہونا اس وقت آسان نہ تھا، پس میں نے ایک اور کتاب جمع کی جس کا نام **الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق** رکھا، جس میں ایسے فوائد ولطائف ہیں جو اس کے بغیر کسی اور مجموعے میں موجود نہیں۔ میں نے یہاں (سیرت شامیہ میں) اس کا خلاصہ ذکر کرنا مناسب خیال کیا ہے۔

۱۵۔الفضل المبین عند فقد البنات والبنین (رسالہ)

خیر الدین الزرکلی اور اسماعیل باشا البغدادی نے اپنی تالیفات میں اس کتاب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

الفضل المبین فی الصبر عند فقد البنات والبنین (۸۰)

یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔

۱۶۔الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة

اس کتاب میں شامی علیہ الرحمہ نے ان احادیث کے بارے میں اپنی تحقیقات وتشریحات کو شامل کیا ہے جن کے بارے بعض محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ نیز ان احادیث سے متعلقہ آئمہ ومحدثین سے مستفاد شدہ اقوال وفوائد کو جمع کیا ہے، جس کا ذکر آپ نے سبل الہدی والرشاد میں کیا ہے۔ مثلاً: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف ''دارالحکمۃ'' شیخ سیوطی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث: **انا دارا لحکمة و علی بابھا** سے اخذ کیا ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں صحیح، جب کہ ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے۔ حافظ العلائی اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صواب

یہ ہے کہ یہ حسن ہے، نہ صحیح ہے نہ موضوع۔ امام شامی لکھتے ہیں:

وقد بسطت الکلام علیه فی کتاب الفوائد المجموعة فی بیان الأحادیث الموضوعة (۸۱)

۱۷۔ کشف اللبس فی رد الشمس

۱۸۔ مرشد السالك الی الفیة ابن مالك

۱۹۔ مطلع النور فی فضل الطور وقمع المعتدی الکفور

بعض مآخذ میں ''المعتدی'' کے بہ جائے ''المعتدی'' مذکور ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔ (۸۲)

جرجی زیدان نے اس کتاب کے بارے لکھا ہے:

الفه بمناسبة ما بلغه عن وجود جامع فی جبل الطور، استولیٰ علیه الرهبان وسدوا بابه الاصلی، وفتحوا الیه بابا من دیر هم. منه نسخة فی دار الکتب المصریة فی ۲۲ صفحة (۸۳)

یہ (رسالہ) امام شامی نے اس خبر کی مناسبت سے لکھا جو انہیں جبل طور کی جامع مسجد کے بارے پہنچی۔ جس پر (عیسائی) راہبوں نے قبضہ کر کے اس کے اصلی دروازے کو بند کر دیا اور اپنے گرجے سے اس کی طرف دروازہ کھول لیا۔ اس کا ایک نسخہ بائیس صفحات پر مشتمل دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔

۲۰۔ النکت علی الفیة ابن مالك وعلی الشذور والکافیة والشافیة والتحفة

یہ وہ نکات ہیں جو آپ نے اپنے شیخ السیوطی علیہ الرحمہ سے اخذ کئے اور اس پر کچھ مزید اضافہ کیا۔ (۸۴)

۲۱۔ النکت المهمات فی الکلام علی الابناء والبنین والبنات

۲۲۔ وجوب فتح همزة "أن" وکسرها وجواز الامرین

۲۳۔ النکت البدیعات علی الموضوعات

علامہ شامی نے اپنی اس تالیف کا ذکر اپنی کتاب سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۸ پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابن الجوزی کی تالیف لموضوعات پر حافظ ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے شدید تعقب فرمایا ہے اور لکھا ہے:

هذه غفلة شدیدة من ابن الجوزی حیث حکم علی هذا الحدیث بالوضع وهو فی احد الصحیحین (۸۵)

ابن الجوزی کی طرف سے یہ شدید غفلت ہے کہ وہ اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگاتے ہیں جو صحیحین میں سے کسی ایک میں موجود ہوتی ہے۔

علامہ شامی کہتے ہیں کہ میں ان موضوعات کی تلاش وجستجو میں فقط ابن حجر علیہ الرحمہ کی تالیف پر انحصار نہیں کیا۔ میں نے ان تمام احادیث کو تلاش کیا ہے جو موضوع نہیں، ان میں بعض سنن ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور دیگر احادیث کی معتمد کتب میں موجود ہیں۔ میں نے ہر حدیث کے ضعیف، حسن اور صحیح ہونے کی حالت کو ضخیم کتاب، جس کا نام **النکت البدیعات علی الموضوعات** ہے، میں بیان کیا ہے۔(۸۶)

تالیف حافل کے الفاظ یہ ظاہر کررہے ہیں کہ یہ تالیف کوئی مختصر رسالہ نہیں بل کہ بڑی کتاب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام شامی کی مذکورہ تصنیف **الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة** کا ہی یہ دوسرا نام ہو۔ مگر کسی ترجمے کی کتاب میں اس کا اظہار نہیں۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دونوں تصانیف الگ الگ ہیں۔

سیرت شامی کا تعارف

کتاب کا نام: سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد

تحقیق وتعلیق: الشیخ عادل احمد عبدالموجود، الشیخ علی محمد معوض

مجلدات: ۱۴

ضخامت: اوسطاً ۴۸۱ صفحات فی جلد

سائز: ۱۱×۷

کتابت: اوسطاً انتیس سطور فی صفحہ اور ساٹھ حروف فی سطر

تاریخ اشاعت: طبع اول ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء تا ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء

ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

مخطوطہ جات: سیرت شامیہ کے جلد اول کے مقدمۃ التحقیق میں کے مخطوطہ جات کے ان مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے، ناشر محققین نے تحقیق متن میں جن نسخوں سے استفادہ کیا۔ وہ مقامات درج ذیل ہیں۔

۱۔ معہد المخطوطات العربیۃ بالقاہرۃ۔ یہاں فقط کتاب کا چوتھا یعنی آخری جز موجود ہے۔

۲۔ دارالکتب المصریۃ، مکتبۃ مصطفیٰ فاضل (۵۰ م تاریخ)۔ یہ مخطوطہ تیسرے اور چوتھے جز پر

مشتمل ہے۔

۳۔ دارالکتب المصریۃ، مکتبۃ التیموریۃ (۹۲۵ تاریخ)

۴۔ دارالکتب المصریۃ، مکتبۃ طلعت (۲۱۰۰ تاریخ)۔ یہ نسخہ پہلے تین اجزا پر مشتمل ہے۔

۵۔ دارالکتب المصریۃ (۱۳۰ تاریخ)۔ یہ نسخہ متفرق اجزا پر مشتمل ہے۔

۶۔ دارالکتب المصریۃ (۴۵۱۱): یہ مخطوطہ بھی متفرق اجزا پر مشتمل ہے۔ (۸۷)

سیرت ابن ہشام کے مقدمہ کے حاشئے میں سیرت شامیہ کے دو نسخوں کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

سبل الہدیٰ کے مخطوط نسخوں میں سے دو نسخے دارالکتب المصریۃ میں موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک چار اجزا پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے نسخے کے دو اجزا صرف موجود ہیں اور وہ تیسرا اور پانچواں ہیں۔ (۸۸)

۷۔ سیرت شامیہ کا ایک کامل نسخہ مخطوط صورت میں مکتبۃ المتوکلیۃ الیمنیۃ، صنعاء میں (۲۰۷۔۲۱۰ تاریخ) کے تحت موجود ہے۔

سیرت شامیہ کے محققین اس نسخے کے بارے لکھتے ہیں:

وھی تقع فی اربعة اجزا وھی نسخة کاملة للکتاب من اوله الی آخره، من اجل ذالك جعلنا ھا اصلا للکتاب (۸۹)

یہ (سیرت) چار اجزا پر مشتمل ہے اور کتاب کا اول سے آخر تک مکمل نسخہ ہے۔ اسی لئے ہم نے اسے کتاب کا اصل (ماخذ) بنایا ہے۔

اشاعت سیرت شامیہ: پہلی مرتبہ یہ سیرت، ڈاکٹر مصطفیٰ عبدالواحد کی تحقیق سے لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مصر، القاہرہ سے چار جلدوں میں مکمل شائع ہوئی۔ جلد اول کی اشاعت ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں، جلد دوم ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں، جلد سوم ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں اور جلد چہارم ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ اسی مقام سے اس کا دوسرا ایڈیشن محرم ۱۴۰۷/ ستمبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔

اس وقت راقم کے زیر مطالعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان کا شائع شدہ پہلا ایڈیشن (۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء) ہے، جس کی پہلی بارہ جلدیں سیرت شامیہ کے متون پر مشتمل ہیں۔ آخری دو جلدیں (تیرہویں، چودھویں) فہارس پر مبنی ہیں، جس کی اشاعت ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔

سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد میں مجموعی طور پر ۱۱۱۲ اہم موضوعات ہیں۔ ہر موضوع کے

ماتحت متعدد ابواب ہیں۔اس طرح سیرت شامیہ کے کل ابواب کی تعداد ۱۵۳۰ ہے۔

امام شامی اپنی تالیف کے مقدمے میں، اپنی سیرت کے بارے یوں رقم طراز ہیں:

وقبل الشروع فی مقاصد الکتاب أثبت مافیہ من الابواب، وھی نحو الف باب (۹۰)

آغاز سے قبل، مقاصد کتاب میں جو ابواب ہیں، میں انہیں تحریر کرتا ہوں۔ یہ تقریباً ایک ہزار باب ہیں۔

مؤلف کتاب کی اس عبارت اور تعداد ابواب میں واضح تضاد موجود ہے۔ابواب سیرت کا، جب گہرائی سے جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بعض ابواب ایسے ہیں جن کو باب کے مقدمے کے طور پر لایا گیا ہے۔مثلاً،باب فی فوائد کالمقدمة للاسماء الآتیة(۹۱) یا سبب نزول کے تحت متعدد ابواب لائے گئے ہیں، مثلاً باب سبب نزول اول سورۃ (عبس)۔ باب سبب نزول قل یایھا الکافرون۔باب سبب نزول اول سورۃ الروم۔(۹۲)

امام شامی تفسیر کے عنوانات کے تحت متعدد ابواب لاتے ہیں، اسی طرح غزوات وسرایا کے ۱۱۰ ابواب اور وفود کے ماتحت ۱۰۰ ابواب کئے گئے ہیں۔ممکن ہے مؤلفِ سیرت شامیہ نے اس طرح کے ابواب کو شمار سے حذف کر دیا ہو۔اس لئے یہ لکھا ہو وھی نحو الف باب۔ یہ تقریباً ایک ہزار ابواب ہیں۔

امام شامی نے یوں سیرت نبوی کے کثیر گوشوں کو ایک سلک میں پرو دیا ہے، جن کا تعارف اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

جلد نمبر ۱: ۵۴۱ صفحات

اہم موضوعات

۱۔آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے کے واقعات۔۱۱؍ابواب ۷۱ صفحات

۲۔شہر مکہ کے فضائل: ۱۳ ابواب۔۹۰ صفحات

۳۔آپ ﷺ کا نسب شریف: ۰۵ ابواب۔۹۶ صفحات

۴۔ولادت مبارکہ: ۱۳ ابواب۔۵۰ صفحات

۵۔رضاعت: ۰۴ ابواب۔۲۵ صفحات

۶۔اسماء النبی ﷺ: ۰۴ ابواب۔۱۳۸ صفحات

جلد نمبر ۲: ۴۷۶ صفحات

۱۔صفات جسدِ رسول ﷺ: ۲۳ ابواب۔۱۱۵ صفحات

۲۔ولادت سے بعثت تک کے واقعات: ۱۵ ابواب۔۵۵ صفحات

۳۔بعثت سے متعلقہ واقعات: ۱۸ ابواب۔۱۲۱ صفحات

۴۔بعثت سے سفرِ طائف تک کے واقعات: ۳۴ ابواب۔۱۷۵ صفحات

جلد۳: ۴۲۴ صفحات

۱۔معراج النبی: ۱۰ ابواب۔۱۷۷ صفحات

۲۔انصار میں اسلام کی ابتدا: ۰۹ ابواب۔۴۳ صفحات

۳۔ہجرت مدینہ: ۰۶ ابواب۔۵۷ صفحات

۴۔فضائل مدینہ: ۱۰ ابواب۔۵۰ صفحات

۵۔۰۱ھ تا ۰۲ھ کے بعض واقعات: ۰۶ ابواب۔۴۵ صفحات

۶۔آں حضرت ﷺ اور یہود ومنافقین کے مابین بعض امور: ۱۳ ابواب۔۴۵ صفحات

جلدنمبر۴: ۴۳۸ صفحات

۱۔غزوات النبی ﷺ: ۱۹ ابواب۔۴۲۱ صفحات

جلدنمبر۵: ۵۱۸ صفحات

۱۔غزوات النبی ﷺ: ۱۱ ابواب۔۵۰۱ صفحات

جلدنمبر۶: ۴۵۳ صفحات

۱۔فتوحات ومہماتِ (سرایا) نبوی ﷺ: ۸۱ ابواب۔۲۵۱ صفحات

۲۔بارگاہ نبوی کے وفود: ۱۰۱ ابواب۔۱۸۸ صفحات

جلدنمبر۷: ۴۳۲ صفحات

۱۔آں حضرت ﷺ کی معنوی صفات: ۲۴ ابواب۔۱۲۴ صفحات

۲۔آں حضرت ﷺ کے تکلم کے انداز واطوار: ۰۵ ابواب۔۱۵ صفحات

۳۔استیذان، سلام، مصافحہ، معانقہ اور تقبیل کے آداب: ۱۳ ابواب۔۰۸ صفحات

۴۔قیام وجلوس اور چلنے پھرنے کے آداب: ۰۳ ابواب۔۱۲ صفحات

۵۔کھانے کے آداب اور ماکولات کا ذکر: ۰۸ ابواب۔۵۷ صفحات

۶۔پینے کے آداب، مشروبات اور برتنوں کا ذکر: ۰۵ ابواب۔۲۸ صفحات

۷۔آں حضرت ﷺ کے سونے اور جاگنے کا ذکر: ۰۴ ابواب۔۱۰ صفحات

۸۔آں حضرت ﷺ کے خوابوں کا بیان: ۰۳ ابواب۔۱۰ صفحات

۹۔آں حضرت ﷺ کے لباس اور ملبوسات کا بیان: ۱۴ ابواب۔۵۴ صفحات

۱۰۔مُہرِ نبوی کا بیان: ۰۵ ابواب۔۰۷ صفحات

۱۱۔آں حضرت ﷺ کی طبعی عادات کریمہ: ۰۷ ابواب۔۲۴ صفحات

۱۲۔گھریلو ساز وسامان: ۰۴ ابواب۔۰۸ صفحات

۱۳۔آں حضرت ﷺ کے آلات حرب: ۰۷ ابواب۔۱۳ صفحات

۱۴۔آں حضرت ﷺ کی سواریوں کا ذکر: ۰۳ ابواب۔۰۸ صفحات

۱۵۔آں حضرت ﷺ کے جانوروں کا ذکر: ۰۷ ابواب۔۳۶ صفحات

۱۶۔سفر کے آداب: ۰۵ ابواب۔۰۹ صفحات

جلد نمبر ۸: ۵۴۳ صفحات

۱۔طہارت نماز: ۰۹ ابواب۔۶۷ صفحات

۲۔فرض نمازیں اور متعلقات: ۱۷ ابواب۔۱۲۷ صفحات

۳۔سجدۂ سہو، تلاوت وغیرہ: ۰۵ ابواب۔۱۰ صفحات

۴۔نماز جمعہ اور اس کے متعلقات: ۰۷ ابواب۔۲۳ صفحات

۵۔نمازِ سفر: ۰۴ ابواب۔۱۲ صفحات

۶۔نمازِ خوف: ۰۳ ابواب۔۱۱ صفحات

۷۔صلاۃ النوافل (نفلی نماز): ۰۶ ابواب۔۲۰ صفحات

۸۔صلاۃ اللیل (رات کی نماز): ۰۸ ابواب۔۲۸ صفحات

۹۔نمازِ چاشت وغیرہ کا بیان: ۰۵ ابواب۔۰۹ صفحات

۱۰۔نماز عیدین: ۰۵ ابواب۔۱۶ صفحات

۱۱۔چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز: ۰۴ ابواب۔۰۸ صفحات

۱۲۔نمازِ استسقا: ۰۵ ابواب۔۱۳ صفحات

۱۳۔نمازِ جنازہ، عیادت مریض اور اموات کا ذکر: ۱۱۱ ابواب۔۳۹ صفحات

۱۴۔صدقہ (زکاۃ) کا ذکر: ۱۱۱ ابواب۔۲۱ صفحات

۱۵۔ روزے اور اعتکاف کا بیان: ۰۷ ابواب۔ ۳۳ صفحات
۱۶۔ آں حضرت ﷺ کے حج اور عمرہ کا بیان: ۰۴ ابواب۔ ۵۵ صفحات
۱۷۔ آں حضرت ﷺ کی قرأتِ قرآن کا بیان: ۰۵ ابواب۔ ۱۱ صفحات
۱۸۔ آں حضرت ﷺ کے اذکار و دعوات کا بیان: ۰۶ ابواب۔ ۲۷ صفحات

جلد نمبر ۹: ۵۳۶ صفحات

۱۔ آں حضرت ﷺ کے لوگوں کے ساتھ معاملات: ۰۹ ابواب۔ ۲۱ صفحات
۲۔ ھدایا (تحائف) کی قبولیت اور عنایات: ۰۳ ابواب۔ ۱۷ صفحات
۳۔ نکاح، طلاق، ایلا اور متعلقات: ۰۸ ابواب۔ ۳۵ صفحات
۴۔ شکار اور جانوروں کے ذبح کے مسائل: ۰۷ ابواب۔ ۱۸ صفحات
۵۔ قسموں اور منتوں کا بیان: ۰۴ ابواب۔ ۱۱ صفحات
۶۔ جہاد اور اس کے متعلقات: ۰۶ ابواب۔ ۲۸ صفحات
۷۔ آپ ﷺ کی بعض روایات و فتاویٰ کا ذکر: ۰۵ ابواب۔ ۳۱ صفحات
۸۔ آں حضرت ﷺ کے احکامات، فیصلے اور فتاویٰ: ۰۸ ابواب۔ ۱۸۱ صفحات
۹۔ شعر اور اس کے متعلقات: ۰۵ ابواب۔ ۰۸ صفحات
۱۰۔ آں حضرت ﷺ سے متعلق متفرق امور کا بیان: ۲۲ ابواب۔ ۵۰ صفحات
۱۱۔ معجزاتِ سماویہ اور متعلقات: ۰۶ ابواب۔ ۴۳ صفحات
۱۲۔ پانی سے متعلق معجزات: ۱۲ ابواب۔ ۱۸ صفحات
۱۳۔ کھانے سے متعلق معجزات: ۱۸ ابواب۔ ۲۹ صفحات
۱۴۔ درختوں سے متعلق معجزات: ۰۵ ابواب۔ ۰۹ صفحات
۱۵۔ جمادات سے متعلق معجزات: ۰۸ ابواب۔ ۰۷ صفحات
۱۶۔ حیوانات سے متعلق معجزات: ۱۷ ابواب۔ ۱۶ صفحات

جلد نمبر ۱۰: ۵۱۰ صفحات

۱۔ معنوی امور کو محسوسات کی صورت میں دیکھنے کے معجزات: ۰۵ ابواب۔ ۰۵ صفحات
۲۔ اشیا کی ماہیت تبدیل کرنے کے معجزات: ۰۳ ابواب۔ ۰۲ صفحات
۳۔ آسمانوں و زمین کے ملکوت، احوالِ برزخ جنت و دوزخ اور قیامت سے مطلع ہونے کے

معجزات: ۱۰۲ ابواب۔ ۴۰ صفحات

۴۔ احیائے موتی اور مریضوں کے شفایاب ہونے کے معجزات: ۱۱۱ ابواب۔ ۷۱ صفحات

۵۔ آں حضرت ﷺ کے ہاتھ اور لعاب کے معجزات: ۱۰۵ ابواب۔ ۱۲ صفحات

۶۔ کھجور کی شاخ، عصا اور انگلیوں وغیرہ کا روشن ہونا: ۱۰۴ ابواب۔ ۳۰ صفحات

۷۔ بعض صحابہ کا ملائکہ اور جنات کا دیکھنا اور ان کا کلام سننا: ۱۰۲ ابواب۔ ۴۰ صفحات

۸۔ آں حضرت ﷺ کا ظہورِ واقعات سے پہلے خبر دینا: ۱۳۹ ابواب۔ ۲۲ صفحات

۹۔ آں حضرت ﷺ کی خبر کے مطابق واقعات کا ظہور پذیر ہونا: ۱۸۴ ابواب۔ ۱۷ صفحات

۱۰۔ آں حضرت ﷺ کی خبر کے مطابق فتنوں اور جنگوں کا ظہور پذیر ہونا: ۱۴۶ ابواب۔ ۵۹ صفحات

۱۱۔ آں حضرت ﷺ کی دعا کا مختلف افراد کے حق میں قبول ہونا: ۴۴ ابواب۔ ۱۴ صفحات

۱۲۔ آں حضرت ﷺ کی بددعا کا مختلف افراد کے حق میں قبول ہونا: ۲۴ ابواب۔ ۰۸ صفحات

۱۳۔ آں حضرت ﷺ کے دم اور دعا کے اثرات کا ظہور: ۱۲ ابواب۔ ۰۸ صفحات

۱۴۔ علامات و آثار جو صحابہ کرام نے عہد رسول میں خواب میں دیکھے: ۱۰۹ ابواب۔ ۴۰ صفحات

۱۵۔ صحابہ و تابعین کے آثار و کرامات، معجزات نبوی میں سے ہیں: ۱۳۲ ابواب۔ ۱۹ صفحات

۱۶۔ آں حضرت ﷺ کی عصمت (حفاظت): ۱۱۵ ابواب۔ ۱۰ صفحات

۱۷۔ آں حضرت ﷺ کا دیگر فضائل انبیاء سے موازنہ: ۱۱۶ ابواب۔ ۱۰ صفحات

۱۸۔ خصائص مصطفےٰ ﷺ: ۱۰۸ ابواب۔ ۲۱۹ صفحات

جلد نمبر ۱۱: ۵۰۹ صفحات

۱۔ فضائل آلِ رسول ﷺ و اہل بیت کرام: ۱۱۲ ابواب۔ ۹۷ صفحات

۲۔ آں حضرت ﷺ کے عزیز و اقارب کے مناقب و فضائل: ۱۱۷ ابواب۔ ۶۱ صفحات

۳۔ ازواج مطہرات کا بیان: ۱۱۵ ابواب۔ ۹۴ صفحات

۴۔ عشرہ مبشرہ: ۱۱۶ ابواب۔ ۸۸ صفحات

۵۔ عہد رسالت میں قاضی، فقیہہ، مفتی، وزرا، امرا اور عمال صحابہ کا تذکرہ: ۱۲۰ ابواب۔ ۱۹ صفحات

۶۔ رسول اللہ ﷺ کے خطوط اور قاصدین کا تذکرہ: ۱۴۶ ابواب۔ ۱۳۱ صفحات

۷۔ رسول اللہ ﷺ کے کاتبین: ۱۳۴ ابواب۔ ۲۰ صفحات

۸۔ عہد رسالت کے خطبا، شعرا، حدی خوان، محافظ اور مسواک وغیرہ کا بیان: ۱۰۸ ابواب۔ ۱۰ صفحات

۹۔آں حضرت ﷺ کے غلام، باندیوں اور خدام کا بیان: ۱۰۳ ابواب۔۱۳ صفحات

۱۰۔آپ ﷺ کے زیرِ استعمال گھوڑے، خچر اور گدھے کا ذکر: ۱۰۱ ابواب۔۵۰ صفحات

۱۱۔آں حضرت ﷺ کے مخلوق پر حقوق کا بیان: ۱۱۲ ابواب۔۳۱ صفحات

۱۲۔عصمت مصطفیٰ ﷺ: ۰۸ ابواب۔۱۶ صفحات

۱۳۔آں حضرت ﷺ سے سہو ونسیان کا صدور ہے یا نہیں؟: ۰۲ ابواب۔۲۹ صفحات

جلد نمبر۱۲: ۴۸۰ صفحات

۱۔آں حضرت ﷺ کی دنیوی خصوصیات اور عوارض بشریہ کا لاحق ہونا: ۰۶ ابواب۔۱۸ صفحات

۲۔انبیاء کرام علیہم السلام پر سب وشتم کرنے والے کا حکم: ۰۹ ابواب۔۱۵ صفحات

۳۔سن ہجری کے مطابق مدینہ منورہ میں ہونے والے بعض واقعات: ۰۱ باب۔۴۲ صفحات

۴۔دم اور تعویذ وغیرہ کا بیان: ۱۱۳ ابواب۔۱۷ صفحات

۵۔طب نبوی: ۱۶۶ ابواب۔۱۳۲ صفحات

۶۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مرض اور آپ کی وفات: ۱۳۳ ابواب۔۹۴ صفحات

۷۔آں حضرت ﷺ کی تجہیز وتکفین، تدفین، قبر مبارک، حیاۃ فی القبر اور بعض از وفات اعمالِ امت کا پیش کیا جانا وغیرہ: ۱۱۴ ابواب۔۵۴ صفحات

۸۔بعد از وصال آں حضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضری: ۰۴ ابواب۔۲۸ صفحات

۹۔توسل: ۰۵ ابواب۔۰۶ صفحات

۱۰۔درود وسلام اور اس کے فضائل: ۱۰۶ ابواب۔۴۳ صفحات

۱۱۔یوم قیامت آں حضرت ﷺ کی فضیلت وشان: ۱۱۲ ابواب۔۱۹ صفحات

جلد نمبر۱۳: ۴۸۸ صفحات۔جلد نمبر۱۴: ۳۹۲ صفحات

الفہارس۔

سیرت شامی کا دیگر اہم عربی کتب سیرت سے موازنہ

۱۔السیرۃ النبویۃ

مؤلف: عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۸ھ)

تحقیق وضبط: مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شلبی

ابن ہشام نے بصرہ میں نشو ونما پائی، مصر میں مقیم رہ کر تحصیل علم کیا۔ (۹۳) محمد بن اسحاق بن یسار (م۱۵۰/۱۵۳ھ) کی سیرت کا سماع ان کے شاگرد زیاد بن عبداللہ البکائی (م۱۸۳ھ) سے کیا۔ سیرت ابن اسحاق کی تہذیب و تنقیح کے بعد جب لوگوں کے سامنے پیش کی گئی تو اسے اس طرح قبول عام حاصل ہوا کہ سیرت ابن اسحاق پر سیرت ابن ہشام کا نام غالب آ گیا۔ (۹۴) آپ کی تالیفات میں سے **التیجان لمعرفة ملوك الزمان** بھی قابل ذکر ہے۔ آپ کی وفات باختلاف روایات ۲۱۳ھ/ ۲۱۸ھ میں ہوئی۔ (۹۵)

السیرۃ النبویۃ المعروف سیرت ابن ہشام چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تالیف کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے ہوتا ہے۔ تفصیلی بیان اولادِ اسماعیل علیہ السلام کا ہے جس کے ضمن میں تقریباً تمام عرب کی تاریخ اور تذکرہ شامل ہے۔ اصنامِ عرب کا تفصیلی ذکر ہے۔ نیز حلف الفضول، زمزم، نذرِ عبدالمطلب اور نکاحِ حضرت عبداللہ جیسے موضوعات شامل ہیں۔

جلد۱: ۴۴۸ صفحات

جلد اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رضاعت سے قریش کے مقاطعے کے خاتمے تک کے اہم واقعات ہیں۔ آخر میں رکانہ پہلوان سے کشتی کا واقعہ مذکور ہے۔ اس جلد میں مجموعی طور پر تقریباً اسّی موضوعات ہیں۔

جلد۲: ۴۱۴ صفحات

اس جز میں تقریباً چوّن موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ آغاز وفدِ نصاری سے ہوتا ہے، جو اسلام لایا اور اختتام میدانِ بدر میں مشرکین مقتولین کے بیان پر ہوتا ہے۔ جز ثانی میں واقعۂ معراج، سفرِ طائف، بیعت عقبہ، ہجرت مدینہ، مواخات، منافقین، تحویلِ قبلہ اور غزوۂ بدر جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔

جلد۳: ۴۸۸ صفحات

اس جز میں تقریباً اکاون موضوعات ہیں۔ ابتدا میں معرکۂ بدر کے قریشی قیدیوں کا تذکرہ ہے۔ جز ثالث کا اختتام غزوۂ خیبر کے واقعات پر ہوتا ہے۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیبر سے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں متعدد غزوات و سرایا بالخصوص غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور صلح نامہ حدیبیہ جیسے اہم واقعات مذکور ہیں۔

جلد۴: ۳۹۳ صفحات

اس جز کا آغاز حبشہ کے مہاجرین سے ہوتا ہے اور اختتام وصالِ نبوی پر ہوتا ہے۔ آخر میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں جو انہوں نے نبی پاک ﷺ کے مرثیہ کے طور پر کہے۔ جز

رابع میں مجموعی طور پر بہتر موضوعات ہیں۔ اس طرح پوری سیرت میں تقریباً موضوعات بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ دلائل النبوۃ

مؤلف: الحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی (م ۴۳۰ھ)

امام اصبہانی، رجب ۳۳۶ ہجری میں اصبہان میں پیدا ہوئے۔ آپ فقہ اور تصوف کے امام اور مستند عالم تھے۔ چھ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔ آپ کے اساتذہ میں الخلدی اور الاصم کے نام قابل ذکر ہیں۔

۳۳۶ھ میں عراق، حجاز اور خراسان کا سفر کیا۔ چودہ سال کی عمر میں آپ کو حدیث کے بہترین اساتذہ میں شمار کیا جانے لگا۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں تعداد اسّی کے قریب ہے۔

دلائل النبوۃ للاصبہانی پینتیس فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں تین اجزا ہیں۔ جز اول بیس فصول پر مبنی ہے۔

پہلی فصل: اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل بیان کیے گئے ہیں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں اور آپ ﷺ کو باقی انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں۔ نیز آدم علیہ السلام اور جملہ اولادِ آدم پر آپ کی نبوت کی تقدیم کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسری فصل: اس میں آپ کے پاکیزہ حسب ونسب اور ولادت کا بیان ہے۔

تیسری فصل: آپ ﷺ کے اسمائے شریفہ کے بیان میں ہے۔

چوتھی فصل: قیامت کے دن اولاد آدم کی سرداری میں آپ ﷺ کی انفرادیت، تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ کی فضیلت، نیز آپ کی امت کی امم سابقہ پر فضیلت کے بیان پر یہ فصل مشتمل ہے۔

پانچویں، چھٹی، ساتویں فصل: یمن، روم اور فارس کے بادشاہوں کے ہاں اخبار وشہادات آپ ﷺ کے بارے مشہور تھیں۔ نیز جو وہ آپ کی عظمت وشان کو جانتے تھے، اس میں اس کا تذکرہ ہے۔

آٹھویں فصل: اس میں وہ اخبار نبوت ہیں جو جنوں، کاہنوں اور بتوں کے شکم سے آپ ﷺ کے بارے سنی گئیں۔

نویں فصل: اس میں حضور ﷺ کی ان صفات کا بیان ہے جو کتب متقدمہ اور صحفِ سابقہ میں مذکور ہوئیں، نیز انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کے علماء نے بیان کیں۔

دسویں فصل: اس میں حضور ﷺ کے والدین کے عقد اور اس کے سبب کا ذکر ہے جس سے آثارِ نبوت واضح ہیں۔

گیارہویں، بارہویں فصل: اس میں آپ ﷺ کی والدہ کے حمل شریف اور آپ کی ولادت

مبارکہ کے موقع پر دیکھے گئے ان مشاہدات کا ذکر ہے، جو آپ کی والدہ نے دیکھے۔

تیرہویں فصل: اس میں اصحابِ فیل کا واقعہ مذکور ہے جو آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے پیش آیا۔

چودھویں فصل: اس میں آپ ﷺ کے بچپن سے لے کر نزول وحی تک کے واقعات کا بیان ہے۔ جن میں آپ کی رضاعت، فصال، والدہ کے ساتھ مدینے کا سفر، حضرت آمنہ کی وفات، دادا عبد المطلب اور چچا ابو طالب کی کفالت، وفات اور سفرِ شام وغیرہ کے واقعات مذکور ہیں۔

پندرہویں فصل: اس میں آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، یعنی جود وسخا، عفوودرگزر کا بیان ہے۔

سولہویں فصل: اس میں اللہ پاک کی ان عنایات کا ذکر ہے جن کی بہ دولت آپ ﷺ زمانہ جاہلیت کے تمام عیوب، جن وشیاطین اور انسانوں کے شر سے محفوظ رہے۔

سترہویں فصل: اس میں نزولِ وحی، رویتِ جبریل اور شقِ صدر جیسے واقعات مذکور ہیں۔

اٹھارویں فصل: اس میں نزول وحی کی کیفیت، آپ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے آسمانوں کی حفاظت اور شیاطین کے لئے آسمانوں کے قریب جا کر فرشتوں کی گفتگو سننے سے ممانعت اور آپ کی عظیم دعوت کا بیان ہے۔

انیسویں فصل: اس میں اہل خرد کا پہلی ملاقات میں داخلِ اسلام ہونے کا ذکر ہے۔ نیز قرآن کی تاثیر، عمر بن خطاب، ابوذر غفاری، عمرو بن عبسہ، سلمان فارسی اور دیگر اہل کتاب کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔

بیسویں فصل: اس میں آپ کے اعلان نبوت سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک کے حالات ہیں، جس میں دعوتِ توحید پر آپ کو پہنچنے والے مصائب، شعبِ ابی طالب میں محصوری، شقِ قمر اور ایام حج میں قبائل عرب کو دعوت وغیرہ کے واقعات ہیں۔

اکیسویں فصل: مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے دوران جو علامات ومعجزات ظاہر ہوئے ان کا بیان ہے۔

بائیسویں فصل: اس میں درندوں اور مویشیوں کی گفتگو اور آپ ﷺ کے سامنے ان کی سجدہ ریزی اور اپنی شکایات پیش کرنے کا ذکر ہے۔

تیئسویں فصل: اس میں درختوں کی اطاعت وفرماں برداری اور آپ ﷺ کے بلانے پر ان کے آنے جانے کا ذکر ہے، جو نبوت کے دلائل ہیں۔

چوبیسویں فصل: اس میں کھجور کے تنے کا فراقِ رسول میں رونے کا بیان ہے۔

پچیسویں فصل: اس میں آں حضرت ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونے کا بیان ہے۔

چھبیسویں فصل: اس میں تکثیر طعام جیسے معجزات کا بیان ہے۔

ستائیسویں فصل: اس میں کنکر، طعام وغیرہ کے تسبیح پڑھنے، آپ ﷺ کی دعا پر دروازے، دیواروں کے آمین کہنے اور پہاڑوں کے حرکت وسکون کرنے جیسے معجزات کا بیان ہے۔

اٹھائیسویں فصل: اس میں ان معجزات کا بیان ہے جو غزوات وسرایا میں (غزوۂ بدر سے احد تک) ظہور پذیر ہوئے۔

انتیسویں فصل: اس میں ان غیبی اخبار کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ نے بیان فرمائیں، ان میں کچھ آپ کی حیاۃ طیبہ میں ثابت ہوئیں اور کچھ آپ کے وصال کے بعد۔

نوٹ: جز ثانی صفحہ نمبر ۴۷۳ پر ختم ہوتا ہے اور جز ثالث صفحہ نمبر ۴۷۴ سے شروع ہوتا ہے۔

تیسویں فصل: اس میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام سے ظاہر ہونے والی کرامات کا ذکر ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہمان نوازی اور کھانے میں برکت، گھی میں برکت اور عصا کا روشن ہونا وغیرہ۔

اکتیسویں فصل: اس میں بعد از وصال خصائص نبوی کا ذکر ہے۔ مثلاً ملائکہ کی تعزیت اور آپ ﷺ کی قمیص اتار کر غسل دینے سے منع کرنا، زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا اللہ پاک نے حرام کر دیا ہے۔ سعید بن مسیب کا قبر نبی سے آذان واقامت کی آواز سننا، نیز حیات شہداء کا ذکر وغیرہ۔

بتیسویں فصل: اس میں صحابہ کرام کی کرامات کا ذکر ہے۔ مثلاً سعد بن ابی وقاص کا بمعہ لشکر دریائے دجلہ عبور کرنا، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وصال پر جنات کا نوحہ، حضرت سفینہ کے سامنے شیر کا جھکنا اور حضرت ربیع بن حراش کا بعد از وصال گفتگو کرنا وغیرہ۔

تینتیسویں فصل: اس میں حضور ﷺ کے آیات ومعجزات اور اوصاف وکمالات کا دیگر انبیائے کرام کے آیات ومعجزات کے ساتھ تقابل کر کے واضح کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات کثیر ہیں۔

چونتیسویں فصل: اس میں آپ ﷺ کی ان دعاؤں کا بیان ہے جو آپ نے اپنی امت کے حق میں کیں یا دشمنوں کے خلاف کیں اور انہیں شرف قبولیت سے نوازا گیا۔

پینتیسویں فصل: اس میں آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کا ذکر ہے۔

۳۔ زاد المعاد فی هدی خیر العباد

مؤلف: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر الدمشقی المعروف ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)

تحقیق وتعلیق: شعیب ارنؤوط، عبدالقادر ارنؤوط

علامہ ابن قیم جوزی کے والدِ گرامی اس مدرسے کے قیم (نگران، متولی) تھے جو محی الدین ابو

المحاسن یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی (م ۶۵۶ھ) نے قائم کیا تھا۔ اس لئے ان کو ''ابن قیم'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔

آپ سات صفر ۶۹۱ھ کو دمشق سے پچپن میل جنوب مشرق میں واقع ''زرع'' نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے آپ کو ''زرعی'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ تھا۔ اپنے باپ سے آپ نے علم الفرائض حاصل کیا۔ اسی طرح شہاب نابلسی، قاضی تقی الدین بن سلمان، ابی بکر بن عبد الدائم، عیسیٰ المطعم، اسماعیل بن مکتوم اور فاطمہ بنت جوہر وغیرھم سے علم حدیث میں اکتساب کیا۔ اصولِ فقہ آپ نے شیخ صفی الدین ہندی، علامہ ابن تیمیہ اور اسماعیل بن محمد الحرانی وغیرھم سے پڑھے۔ (۹۶)

آپ کے اجل تلامذہ میں حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد البغدادی الحنبلی (م ۷۹۵ھ)، حافظ عماد الدین ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن قدامۃ (م ۷۴۴ھ) اور ابوعبداللہ محمد بن عبدالقادر النابلسی (م ۷۹۷ھ) شامل ہیں۔

آپ کی وفات شبِ جمعرات ۲۳ رجب ۷۵۱ھ کو ہوئی۔ (۹۷)

مشمولات کا تعارف: زاد المعاد فی ہدی خیر العباد پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد اول میں ایک سو چودہ فصول ہیں۔ ہر فصل الگ موضوع پر مبنی ہے۔ اہم موضوعات یہ ہیں فضائل مکہ۔ رسولوں کے بھیجنے کی ضرورت۔ سبِ نبوی۔ تربیتِ نبوی۔ آپ کے والدین کی وفات ذکرِ بعثت۔ ذکرِ مرضعات۔ آغازِ وحی۔ اسمائے شریفہ۔ رشتہ داروں کا ذکر۔ خدام، کتاب (کاتبین) مؤذنین، خطوط، لباس اور متعلقاتِ لباس کا ذکر۔ غزوات وسرایا، ہتھیاروں اور جانوروں کا ذکر۔ گھریلو زندگی۔ معاملات۔ کلام اور متعلقاتِ کلام۔ وضو، مسح الخفین، تیمم، نماز، دعائیں، نفلی نمازیں، خصائص جمعہ، نماز جنازہ، قبر، لحد زیارت قبور، تعزیت وغیرہ کا ذکر۔

جلد دوم اٹھانوے فصول پر مشتمل ہے۔ اہم موضوعات یہ ہیں فرضی اور نفلی زکوٰۃ، صیام، اعتکاف، حج وعمرہ، حج نبوی، محرم کے احکام اور مناسک حج کا بیان۔ قربانی وعقیقہ کے مسائل، نومولود بچے کا نام رکھنا، مختلف اذکار، سلام کہنے اور جواب دینے کے مسائل، استیذان، چھینک اور جماہی کا ذکر۔ نکاح اور اس کے متعلقات، ناپسندیدہ خواب دیکھنے کا ذکر۔

جلد سوم چھیاسٹھ فصول پر مشتمل ہے۔

جلد چہارم: (۴۲۳ صفحات) اہم موضوعات یہ ہیں: جہاد کی قسمیں، ہجرت حبشہ، واقعۂ معراج، رؤیت باری تعالیٰ، قبائل عرب کو دعوت اسلام، ہجرت مدینہ کے واقعات، مشروعیت اذان، فضیلت شہید، غنائم کے

مسائل، امن وصلح کے مسائل، قبائل یہود کا ذکر۔ صلح خیبر، صلحِ حدیبیہ، غزوات وسرایا کا ذکر۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، واقعہ افک، غزوۂ خندق، فتح مکہ، تحریم مکہ وکعبہ، غزوۂ حنین، وفود العرب، امرآوملوک کی طرف خطوط۔

جلد پنجم اکیاسی فصول پر مبنی ہے۔ اہم موضوعات: اپنے غلام کا قتل، محاربین کے احکام، نامعلوم قاتل کا حکم، قصاصِ قتل اور قصاصِ جرحیٰ کا بیان، زنا کے احکامات، سرقہ، ساحر، گالیاں دینے والا اور جاسوس کے احکام۔ قیدیوں کے احکام، اموال کی تقسیم، نقضِ عہد کے احکام، جزیئے کے احکام، نکاح وغیرہ کے احکام، مہر کے احکام، طلاق کے احکام، ظہار، ایلاء اور لعان وغیرہ کے احکام، مشتبہ بچے کے احکام، نان ونفقہ کے احکام، رضاعت کے احکام، حرام چیزوں کی خرید وفروخت کے احکام اور مختلف اشیا کی خرید وفروخت کے احکام۔

۴۔ السيرة النبوية

مؤلف: ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (م ۷۷۴ھ)

تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد

علامہ ابن کثیر قریشی شافعی ہیں۔ آپ کے آباؤاجداد بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں نشونما پائی۔ آپ کے والد ایک بستی میں خطیب تھے۔ اپنے بیٹے کی ولادت کے چار سال بعد ان کا انتقال ہوگیا، تو آپ کے بھائی شیخ عبدالوہاب نے آپ کو پالا۔ آپ کے اساتذہ میں برھان الدین ابراہیم بن عبدالرحمٰن الفرازی (م ۷۲۹ھ) ابن شحنہ احمد بن ابی طالب (م ۷۳۰ھ) جمال یوسف بن المزکی المزّی (م ۷۴۲ھ) تقی الدین بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اور شیخ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ نے شیخ مزی صاحب تہذیب الکمال سے تحصیل علم میں بہت نفع اٹھایا اور ان کی بیٹی سے شادی کی۔ (۹۸) فن حدیث کے آئمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی سیرت کے مقدمے میں مصطفیٰ عبدالواحد نے ان کی پندرہ تالیفات کا ذکر کیا ہے، جن میں تفسیر ابن کثیر، البدایہ والنہایہ اور السیرۃ النبویہ لاجواب ہیں۔ (۹۹)

السیرۃ النبویہ لابن کثیر ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد ۱: ۶۳۵ صفحات

جلد اول کے اہم موضوعات یہ ہیں۔ نسبتِ عرب، بنو اسماعیل کا ذکر، زمانۂ جاہلیت میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا ذکر اور زمانۂ فترت کے واقعات۔ میلادِ رسول ﷺ، رضاعت، شقِ صدر، عہد

المطلب کی وفات، حرب الفجار، حلف الفضول، عقدِ خدیجہ، تجدید بنائے کعبہ، بعثت نبوی اور بشارتیں، جنات کی غیبی آوازیں، آغاز وحی اوراس کی کیفیت، جنات کی استراقِ سمع سے ممانعت، اول الاسلام کا ذکر، پیغامِ حق کے ابلاغ کا حکم، قریش مکہ کا رسول ﷺ کے خلاف اتحاد، مشرکین مکہ کی مخالفت۔

جلد۲: ۵۵۸ صفحات

اہم موضوعات یہ ہیں: قریش کی مخالفت، ہجرت ابوبکر اور ابن الدغنۃ کی پناہ، قصہ شعبِ ابی طالب، واقعہ معراج، شق قمر، ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد، واقعۂ طائف، قبائل عرب کو دعوت اسلام، بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ، ہجرت مدینہ، اسباب ہجرت مدینہ، سن ایک ہجری کے واقعات، سن دو ہجری کے واقعات مثلاً غزوۂ بدر، اسمائے اصحاب بدر اور تزویج فاطمہ۔

جلد۳: ۷۳۱ صفحات

اہم موضوعات یہ ہیں: غزوۂ احد، تعدادِ شہداءِ احد، سن چار ہجری کے واقعات، مثلاً غزوۃ الرجیع، غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ بدر الاخریٰ۔ سن پانچ ہجری کے واقعات: مثلاً غزوۂ دومۃ الجندل، غزوۂ خندق، قضیۂ بنی قریظہ میں حضرت سعد بن معاذ کا حکم بننا وفات سعد بن معاذ، امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد، عقدِ حضرت زینب بنت جحش۔ سن چھ ہجری کے واقعات: غزوۂ ذی قرد، غزوۂ بنی مصطلق، قصۂ افک، غزوۂ حدیبیہ۔ سن سات ہجری کے واقعات: غزوۂ خیبر، سریہ ابی بکر مع بنی فزارہ، ارضِ ہوازن میں سریہ عمر بن خطاب اور دیگر سرایا۔ سن آٹھ ہجری کے واقعات: اسلام عمرو بن عاص، اسلام خالد بن ولید اور سرایا کا ذکر۔ متعدد صحابہ کی فضیلت، بادشاہوں کی طرف خطوط، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف۔

جلد۴: ۷۴۳ صفحات

اہم موضوعات یہ ہیں: ذکر غزوۂ تبوک، قصۂ مسجد ضرار، وفدِ ثقیف، امیر الحج ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نزول سورۂ برأت اور وفود کی آمد۔ سن دس ہجری کے واقعات: بنی حارث بن کعب پر خالد بن ولید کی لشکر کشی، اہل یمن کو دعوت اسلام، حجۃ الوداع اور مناسک حج۔ سن گیارہ ہجری کے واقعات: تعداد غزوات رسول، سرایا کی تعداد، آغاز مرض الموت، مرض الموت میں خطبہ امامت ابوبکر، وفات، قصۂ ثقیفۂ بنی ساعدہ، غسل، کفن، کپڑوں، ہتھیاروں، سواریوں، مہر اور تلوار وغیرہ کا ذکر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے اور چادر کا ذکر۔

۵۔ امتاع الأسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ والمتاع

مؤلف: تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد المقریزی (م ۸۴۵ھ)

تحقیق و تعلیق: محمد عبدالحمید التمیمی

علامہ مقریزی ۷۶۶ھ/۱۳۶۴ء کو قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق معروف علمی گھرانے سے تھا اور ایک عظیم کتب خانے کے مالک تھے۔ اپنی زندگی میں بڑے اہم حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ ابتدا میں آپ دیوانِ انشا کے عہدے پر فائز ہوئے جو وزارتِ خارجہ کے قائم مقام تھا۔ آپ کاتب کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ یہ عہدہ صاحبِ علم و معرفت، لغت، ادب اور تاریخ میں فوقیت رکھنے والے کو تفویض ہوتا تھا۔ آپ شافعی مسلک کے قاضی القضاۃ کے نائب بھی رہے۔ (۱۰۰)

منصبِ تدریس و وعظ سے بھی آپ کا تعلق رہا۔ جامع حاکم فاطمی کے امام اور مدرسہ مؤیدہ میں حدیث کے معلم کے فرائض انجام دیتے رہے جو اس وقت اہم عہدے تھے۔ پھر علامہ مقریزی کو شعبۂ احتساب کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ ۱۳۹۸ء کو آپ محتسب بنے، اس وقت یہ عہدہ آج کل کی متعدد وزارتوں کو محیط تھا۔ مثلاً منڈیوں کے بھاؤ کو کنٹرول کرنا، کرنسی پر نظر، وزن کے تمام پیمانوں پر کنٹرول، پبلک کے آداب کی نگرانی (شعبہ پولیس)، گزرگاہوں کی صفائی (بلدیہ)، ٹریفک کی تنظیم، وزارتِ تعلیم، وزارتِ اوقاف اور اصحابِ فنون یعنی ڈاکٹرز، میڈیکل سٹورز اور انجینئرز وغیرہ کی نگرانی جیسے جملہ امور پر آپ محتسب تھے۔ (۱۰۲)

تاریخ، انساب، عقائد، ادب اور مختلف علوم میں ضخیم جلدوں میں آپ کی دو سو سے زائد کتب دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان میں سرِفہرست سیرت نبوی پر مشتمل **الامتاع الأسماع بما للرسول من الأبناء والاموال والحفدة والمتاع** ہے۔ (۱۰۳)

الأمتاع الأسماع پندرہ ۱۵ جلدوں پر محیط ہے۔ آخری جلد فہارس پر مشتمل ہے۔

جلد ۱: ۴۱۶ صفحات

اس حصے میں فتح مکہ تک تقریباً تمام واقعات کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے میں تقریباً ۸۱۰ عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔

اختتام: فتح مکہ کے بعد وحشی کے قتل کا حکم اور غنائم ہوازن سے قرض کی ادائیگی۔

جلد ۲: ۴۱۵ صفحات

آغاز: ہدیۃ الخمر

اہم موضوعات: حدِ شارب الخمر، وفات حلیمہ سعدیہ، فتح مکہ، غزوۂ حنین، خبر سراقہ بن جعشم، غزوۂ تبوک، سفرِ حجۃ الوداع، مرضِ موت اور وفات کی تفصیل، جسدِ اقدس کی صفات اور اخلاق و شمائلِ رسول

اللہ ﷺ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد، وحی سے پہلے آپ کی دینداری، آغازِ وحی، رؤیتِ جبریل اور وحی کی اقسام۔

جلد۳: ۴۰۸صفحات

اہم موضوعات: پہلی وحی، شقِ صدر، وضو کا طریقہ اور نماز کی تعلیم۔ اوقاتِ نماز، خصائص مصطفیٰ، رحمۃ للعالمین، تخلیق آدم سے آپ کی نبوت کا تقدم، نسب شریف، مولد شریف، قیامت کے دن تمام مخلوق پر سرداری، مقام محمود، جوامع الکلم، آپ ﷺ کی مدد ونصرت کے لئے قتالِ ملائکہ، خاتم الانبیاء، خیر الامم، انبیائے سابقین کی زبان سے اور کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا ذکر۔

اس حصے میں تقریباً پچاس عنوانات ہیں۔

جلد۴: ۴۱۲صفحات

اہم موضوعات: اعلامِ نبوت (حملِ آمنہ سے بعثتِ نبوی تک): مثلاً ولادت کے وقت ستاروں کا قریب ہونا، کہانت کا محجوب ہونا، ایوان کسریٰ میں زلزلہ، آتش کدہ فارس کا بجھنا، اصحابِ فیل، مدتِ رضاعت میں آیاتِ نبوت، معرفتِ نبوت میں ابوطالب کا خواب، بادل کا سایہ، قبل از نبوت بکریاں چرانا، اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ۔ حفاظت نبوی، آسمانوں کی حفاظت بعثتِ نبوی، منکرین رسالت کے شبہات اوران کے جوابات، شریعتِ محمدیہ مللِ سابقہ کی ناسخ، طورسینا پر تجلیٔ مولا، افضل رسل، قرآن اور اعجازِ قرآن، کیفیتِ نزولِ قرآن، مدتِ نزولِ قرآن، جمع قرآن، قرأت قرآن، طفیل بن عمرو دوسی کا اسلام اور ہجرت حبشہ۔

اس حصے میں تقریباً پچاسی عنوانات ہیں۔

جلد۵: ۴۱۲صفحات

اس حصے میں معجزات کا تفصیلی ذکر ہے۔

اس حصے میں تقریباً ۱۱۳عنوانات ہیں۔

جلد۶: ۴۰۳صفحات

اہم موضوعات: ذکر ازواج النبی، ازواج کی طرف سے آپ کے اسلاف کا ذکر، ازواج کی طرف سے دیگر رشتہ داروں کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال کا ذکر، آپ ﷺ کی ازواج کی اولاد کا ذکر جو آپ کے گھر میں پروان چڑھی، آپ کے موالی، دربانوں، محافظوں، خدمت گزاروں اور ملبوسات کا ذکر۔ اس حصے میں تقریباً ۹۷عنوانات ہیں۔

جلد ۷: ۴۰۵ صفحات

اہم موضوعات: زیرِ استعمال اشیا کا ذکر مثلاً خضاب، خوش بو، آئینہ، چٹائی، پیالہ، چارپائی، تکیہ اور کرسی وغیرہ۔ ہتھیاروں اور سواریوں کا ذکر۔ گھریلو جانوروں کا ذکر۔ آپ ﷺ کے کھانوں کا ذکر جو آپ نے کھائے۔ کھانے کے آداب، مشروبات اور طبِ نبوی۔ اس حصے میں تقریباً ۱۲۰ عنوانات ہیں۔

جلد ۸: ۴۰۰ صفحات

اہم موضوعات: امراض اور ان کے علاج، جادو اور اس کا علاج، زہر کا علاج، گھریلو مصروفیات یعنی سونا، جاگنا وغیرہ۔ بعثت سے پہلے کے دوستوں کا ذکر، سفر اور اس کے متعلقات۔ آپ ﷺ کے اسفار کا تذکرہ، فصل فی الغزوات میں پچیس غزوات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حصے میں تقریباً ۸۱ عنوانات ہیں۔

جلد ۹: ۴۰۰ صفحات

اہم موضوعات: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج، مختلف شخصیات اور قبائل کا تذکرہ، ہجرت مدینہ، صحابۂ کرام کو گالی دینے والے کی سزا، رسول اکرم کی وصیتیں، امرائے سرایا کا ذکر، اسفارِ مختلفہ میں مدینہ پر آپ کے خلفاء کا ذکر، متعلقاتِ جنگ مثلاً طریقۂ جنگ، بددعا، شعار، حملہ کے اوقات اور غنائم وغیرہ۔ وزرائے رسول۔ قطعاتِ اراضی کے عطیات، صدقہ، جزیہ، خراج اور زکوٰۃ کے عمال کا ذکر۔ اس حصے میں تقریباً ۷۳ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۰: ۳۹۴ صفحات

اہم موضوعات: عہدِ رسالت میں حدود قائم کرنے والوں کا ذکر۔ عہدِ رسول میں سزا یافتگان کا ذکر۔ امان یافتگان کا ذکر۔ دربارِ رسول کے شعرا، حجام، باورچی اور کنگھی وغیرہ کا ذکر۔ اولادِ رسول کی پرورش کرنے والیاں اور دودھ پلانے والیاں اور تعمیراتِ رسول کا ذکر۔ مشروعیت اذان اور مؤذنین رسول، اصحابِ صفہ، آدابِ مسجد، اعتکافِ رسول، وضو کے مسائل، نکاح اور اس کے متعلقات۔ کثرتِ ازواج میں خصوصیتِ نبوی، ازواج مطہرات کے خصائص، شریعتِ محمدیہ کی خصوصیت، رسالتِ عامہ، حلتِ غنائم، شافعِ روز جزا، بارگاہِ نبوی کے آداب، عصمتِ نبوی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ جسمانی خصوصیات، صاحبِ لوائے الحمد، صاحب الحوض المورود، درود پاک میں آپ ﷺ کے ساتھ دیگر انبیاء، آپ کی آل اور ازواج وغیرہ کی شمولیت کے احکام۔ اس حصے میں تقریباً ۱۶۵ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۱: ۴۰۰ صفحات

اہم موضوعات: نمازِ مصطفیٰ کی خصوصیات، درود کی برکت سے اجابتِ دعا، درود و سلام کا سماع اور

ابلاغ، درود نہ پڑھنے والوں کے لیئے وعید، فضائل درود، درود بھیجنے کے اوقات اور مقامات۔ اسمائے نبوی کی اوصاف نبوی سے مطابقت، عصمتِ انبیاء وملائکہ، حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکات، آپ کے پھونک اور لعاب کی برکات اور دعا کی برکات۔ اس حصے میں تقریباً ۱۴۶ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۲: ۴۰۳ صفحات

اہم موضوعات: اہل قبور کی آوازوں کا سننا، نبی پاک کے بالوں کی برکت سے حضرت خالد بن ولید کا محفوظ رہنا، آپ کی دعا سے علم، عمر، اولاد اور مال وغیرہ میں برکت، دعا کی برکت سے قرض کی ادائیگی، بددعا کی وجہ سے ابتلا، وہ اخبار جو آپ کے فرمان کے مطابق ظہور پذیر ہوئے۔ اس حصے میں ۱۱۹ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۳: ۴۰۰ صفحات

اہم موضوعات: خصائص نبوی جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں، مثلاً نمازِ چاشت، قربانی کی نماز، وتر اور تہجد وغیرہ، استغفار، تخییر ازواج النبی، حضور کی ناپسندیدہ اشیا، محرماتِ نکاح۔ خمس، فئے اور غنیمت کا بیان۔ ذکر حبِ مصطفےٰ، فرمان نبوی کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات۔ ذکر غسیل ملائکہ، غزوۂ احد میں مسلمانوں کے اونگھنے کا ذکر اور اخبارِ غیبیہ کا بیان۔ اس حصے میں ۱۴۷ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۴: ۶۴۰ صفحات

اہم موضوعات: دیگر اخبارِ غیبیہ کا بیان۔ آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کا بیان۔ تکثیر طعام کے معجزات۔ وفد عبدالقیس کے آنے سے پہلے ان کی آمد کی اطلاع۔ عبداللہ بن سلام کا ذکر۔ حد زنا کے بارے یہودیوں کا اعتراف۔ بغیر اجازت ذبح کی گئی بکری کی خبر۔ شہادتِ حسین کی خبر۔ کعبے کو جلانے کی خبر۔ خلافتِ صدیقی کی خبر۔ شہادتِ عمر وعثمان کی خبر، حضور کے کھانوں کا ذکر۔ اعدائے نبی اور منافقین کا ذکر۔ یہود اور ان کے قبائل کا ذکر۔ امامتِ ابوبکر اور وصالِ نبی کا ذکر۔ اس حصے میں تقریباً ۱۸۲ عنوانات ہیں۔

جلد ۱۵: ۳۵۹ صفحات

یہ جلد مختلف فہارس پر مشتمل ہے۔

۶۔ انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون

مؤلف: علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی (م ۱۰۴۴ھ)

نورالدین علی بن برہان الدین القاہری الشافعی، قاہرہ میں ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صلاحیہ میں مدرس رہے اور تیس شعبان ۱۰۴۴ھ/ سترہ فروری ۱۶۳۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔ آپ کی کثیر

التعداد تصانیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت **انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون** المعروف بہ سیرت الحلبیہ سب سے مشہور ہے۔ یہ کتاب شمس الدین الصالحی (م۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء) کی تصنیف السیرۃ الشامیہ کی تلخیص ہے۔ جس میں مؤلف نے متعدد اضافے کئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء میں مکمل ہوئی اور قاہرہ میں ۱۲۸۰ھ اور ۱۳۰۸ ہجری میں طبع ہوئی۔ (۱۰۳)

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف سیرت حلبیہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد ۱: ۵۲۰ صفحات

جلد اوّل کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف سے ہوتا ہے اور اختتام ہجرت حبشہ اولیٰ کے واقعات پر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عبد اللہ کے حالات، حضرت آمنہ سے شادی، آں حضرت ﷺ کے حمل کی علامات، والد کی وفات، ولادتِ کریمہ، نام، رضاعت، والدہ کی وفات، دادا اور چچا کی وفات اور دعوت الی اللہ کے واقعات مذکور ہیں۔ اس جلد میں پچیس اہم عنوانات ہیں۔

جلد ۲: ۷۹۶ صفحات

اہم موضوعات: عمر بن خطاب کا اسلام، مقاطعہ بنی ہاشم، ہجرت حبشہ ثانیہ، وفدِ نجران، وفاتِ ابو طالب و حضرت خدیجہ، سفرِ طائف، واقعۂ معراج، قبائل کو دعوتِ اسلام، ہجرتِ مدینہ، مشروعیتِ اذان، مغازیٔ رسول، (۲۶ غزوات کا ذکر) اور تحویلِ قبلہ۔ اس جلد میں تقریباً ۳۸ عنوانات ہیں۔

جلد ۳: ۵۰۳ صفحات

اہم موضوعات: فتح مکہ سے لے کر آں حضرت ﷺ کے وصال تک کے حالات۔ آپ کے غزوات و سرایا، وفود، آپ کے خطوط، حج و عمرہ، معجزات، خصائص، ازواج، اولاد، رشتہ دار، خدام و موالی، شعرا، فیصلے، مؤذنین، حواری، آپ کے ہتھیار اور سواریوں کے تذکرے۔ اس جلد میں ۹۶ عنوانات ہیں۔

۷۔ شرح العلامه الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة

شارح: محمد بن یوسف بن احمد مصری ازہری مالکی (م۱۱۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی القسطلانی المصری الشافعی، بارہ ۱۲ ذی قعدہ ۸۵۱ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ ان کے اساتذہ میں خالد ازہری، فخر مقدسی اور جلال بکری وغیرہم کے نام آتے ہیں۔ بہت عابد و زاہد تھے۔ متعدد حج کئے اور مکہ میں ایک جماعت سے اکتساب فیض کیا۔ (۱۰۴)

آپ خوب صورت اور طویل قامت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے حسنِ قرأت سے سنگ دل

بھی رونے لگتے اور خشوع اور گریہ کی وجہ سے گر پڑتے۔ ان کی متعدد تالیفات میں سے **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية** کو ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ ان کی زندگی میں ہی اس کی خوب اشاعت ہوئی۔ ابو الضیاء علی بن علی الشبر املسی (م۱۰۸۷ھ) نے اس پر پانچ ضخیم جلدوں میں حاشیہ لکھا۔ المواہب اللدنیہ کی تلخیص علامہ یوسف نبہانی نے **الانوار المحمدية من المواهب اللدنية** کے نام سے کی۔ یہ کتاب ۱۳۱۰ھ کو بیروت سے شائع ہوئی۔

آپ نے آٹھ محرم الحرام ۹۲۳ھ شب جمعۃ المبارک میں فالج کے عارضے سے انتقال فرمایا۔(۱۰۵)

الزرقانی شارح المواہب: علامہ زرقانی اپنے وقت کے عظیم محدث اور فقیہ تھے۔ الزرکلی نے ان کا تعارف خاتمۃ المحدثین بالدیار المصریۃ (۱۰۶) کے الفاظ سے کرایا ہے۔

آپ قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۱۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے والد کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں النورعلی الشبر املسی، شیخ محمد البابلی، شیخ محمد خلیل العجلونی اور جمال عبد اللہ الشبر اوی شامل ہیں۔(۱۰۷)

آپ کی متعدد تالیفات ہیں، جن میں شرح علی المواہب اللدنیہ کا اپنا مقام ہے۔ اس میں شمائل مصطفیٰ اور سیرت سے متعلقہ اکثر احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔

شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه بارہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے کے اوپر جلی خط میں المواہب اللدنیہ کی عبارت ہے اور نیچے خفی خط میں علامہ زرقانی کی شرح نقل کی گئی ہے۔ دونوں عبارات کے مابین خط کو فاصل بنایا گیا ہے۔

جلد ۱

اہم موضوعات: نسبی طہارت، آپ ﷺ کے حمل اور ولادت کے اعلام و دلائل۔ آپ کی رضاعت و پرورش۔ آپ ﷺ کی بعثت کے حقائق اور دعوتِ نبوی کے ترتیب وار واقعات۔

جلد ۲

اہم موضوعات: ہجرت حبشہ، بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ، ہجرت مدینہ کے واقعات، مؤاخات مدینہ، میثاق مدینہ، صلوٰۃ الکسوف، نمازِ قصر، سفر میں نفلی نماز، نمازِ جنازہ، غزوۂ بدر، غزوۂ احد، تزویج فاطمہ، غزوۂ غطفان، غزوۂ بحران، سریۂ زید، غزوہ حمراء الاسد، سریہ ابی سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد، سریہ عبد اللہ بن انیس، سریہ بئر معونہ، قصہ بنی نضیر، غزوہ ذات الرقاع، غزوۂ بدر صغریٰ غزوہ دومۃ الجندل، غزوۂ مریسیع، غزوۂ خندق غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ بنی لحیان، غزوۂ ذی قرد، قتلِ ابی رافع، سریہ ابن رواحہ، قصۂ حدیبیہ، غزوۂ

خیبر، سریہ عمر بن خطاب، سریہ ابوبکر صدیق اور سریہ بشیر بن سعد الانصاری وغیرہ۔

جلد۳

اہم موضوعات: غائبانہ نمازِ جنازہ، اوقاتِ مکروہ میں دفن، تلقینِ میت، تعزیت، زیارتِ قبور، صلوٰۃ الخوف، زکوٰۃ کا بیان، صدقۂ فطر، نفلی صدقہ، روزے اور ان کے فضائل، سفر میں روزہ رکھنے کا حکم، صوم وصال اور رمضان المبارک میں کثرت عبادات، عید الفطر کا چاند دیکھنا، یوم شک کا روزہ، دیگر نفلی روزے مثلاً یوم عاشورا کا روزہ، ہفتہ اتوار اور جمعہ کا روزہ، حج عمرے کا بیان، حجۃ الوداع وغیرہ کا بیان۔

جلد۴

اہم موضوعات: غزوۂ طائف، غزوۂ تبوک، ابوبکر صدیق امیر حج۔ اسمائے نبوی، آپ ﷺ کی اولاد کا ذکر۔ ازواج مطہرات، چچوں، پھوپھیوں، رضاعی بھائی اور جدات کا ذکر۔ خدام، محافظ، موالی، خازن اور دیگر خدمت گزاروں کا ذکر۔ آپ ﷺ کے امرا، قاصدوں اور کاتبین کا ذکر۔

جلد۵

اہم موضوعات: آپ ﷺ کے مؤذنین، خطبا، حدی خوان اور شعرا کا ذکر۔ آپ کے سامان حرب کا ذکر۔ آپ کے گھوڑوں اور دیگر جانوروں کا ذکر۔ وفود کا ذکر۔

جلد۶

اہم موضوعات: آپ ﷺ کے کھانوں اور مشروبات، لباس اور بستروں کا ذکر۔ نکاح اور اس کے متعلقات۔ آپ ﷺ کے معجزات جو آپ کی نبوت اور صدقِ رسالت پر دلالت کرتے ہیں۔

جلد۷

اہم موضوعات: وہ معجزات جو شان وشرف میں آپ ﷺ کو دیگر انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں۔

جلد۸

اہم موضوعات: رفعت وتعظیمِ نبوی میں نازل شدہ آیات، آں حضرت ﷺ پر ایمان لانے اور نصرت پر اللہ پاک کا انبیاءِ کرام سے اخذِ میثاق۔ کتبِ سابقہ میں ذکرِ مصطفیٰ، آپ کے خلقِ عظیم اور اللہ پاک کے فضلِ عظیم کا ذکر عظمتِ مصطفیٰ میں اللہ پاک کی مختلف قسموں کا بیان۔ نبی پاک کے شاہد وبشرا اور سراج منیر کا بیان۔ وہ آیات جن میں امت پر وجوبِ طاعت، اتباعِ سنت اور آدابِ نبوت کا بیان ہے۔

جلد۹

اہم موضوعات: آپ ﷺ کی محبت کے وجوب اور سیرت وسنت کے لزوم کا بیان۔ درود وسلام کا

بیان۔صحابہ کرام اور اہل بیت قرابت داروں کی محبت کا بیان۔طبِ نبوی کا بیان۔(اس ضمن میں چونتیس ذیلی عنوانات کے تحت مختلف روحانی، جسمانی اور عقائد باطلہ جیسی بیماریوں اور ان کے علاج کا بیان ہے۔نیز حضور ﷺ کا مریضوں کی عیادت کرنے اور انہیں علاج کی ترغیب دینے کا ذکر ہے۔

جلد ۱۰

اہم موضوعات: تعبیرِ رؤیا جو آپ ﷺ سے منقول ہے۔اخبارِ غیبیہ جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئیں۔عباداتِ نبوی کا بیان،۔طہارتِ نبوی، صلوٰۃ النبی اور نمازِ جمعہ کا بیان۔

جلد ۱۱

اہم موضوعات: نمازِ چاشت، صلوٰۃ النوافل، صلوٰۃ العیدین، صلوٰۃ الکسوف، صلوٰۃ الاستسقاء، صلوٰۃ القصر، جمع بین الصلوٰتین، نمازِ خوف، نمازِ جنازہ وغیرہ۔زکوٰۃ اور اس کے متعلقہ مسائل کا بیان۔رمضان اور تلاش لیلۃ القدر۔آں حضرت ﷺ کے حج اور عمروں کا بیان (مناسک حج اور مسنون دعائیں)

جلد ۱۲

اہم موضوعات: مرض الموت، خدمتِ عائشہ، امامتِ ابوبکر، وفات، حزنِ صحابہ، ثیاب کفن اور تربت کا بیان۔زیاراتِ قبور کی اباحیت۔روضۂ اقدس اور مسجد نبوی میں حاضری کے آداب وفوائد۔افضلیتِ مکہ ومدینہ کے دلائل۔آخرت میں آں حضرت ﷺ کی افضلیت، لوائے الحمد، حوض کوثر، مقام محمود اور شفاعت وغیرہ۔

سیرت شامی کا کتب سیرت سے تقابلی جائزہ

گزشتہ صفحات میں سات کتب سیرت کا داخلی وخارجی تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس تقابلی جائزے میں، مجلدات اور مشمولات کے لحاظ سے سیرت شامیہ امتاع الاسماع کے علاوہ جملہ کتب سے اضخم وابسط ہے۔علامہ شامی علیہ الرحمہ سے پہلے سیرت النبی کے موضوع پر جو کتب تحریر کی گئیں، سیرت شامیہ ان جملہ کتب سیرت کو تقریباً محیط ہے۔گویا یہ سیرت کا انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں سیرت نبوی کے عمومی وخصوصی تقریباً جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

بعض کتب مضامین کے تنوع کے اعتبار سے قابل ذکر تو ہیں مگر تفصیل کی حامل نہیں ہوتیں۔لیکن سیزت شامیہ میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں۔سیرت شامیہ کی ان ہی خصوصیات کو شاہ عبد العزیز دہلوی نے ابوسالم عیاشی کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے:

السيرة الشامية التى اجمع وافيد مماالفه المتأخرون فى سيرة النبوية والاحوال المصطفية (۱۰۸)

سیرتِ شامیہ، سیرتِ نبوی اور احوالِ مصطفوی میں تالیف شدہ متأخرین کی کتابوں میں سب سے بڑھ کر جامع اور سب سے زیادہ مفید ہے۔

امتاع الاسماع اور سیرت شامی کا تقابلی جائزہ

مجلدات کے لحاظ سے (فہارس کے علاوہ) امتاع الاسماع کی چودہ جلدیں (۶۷۴۰ صفحات) جب کہ سیرت شامیہ کے بارہ اجزا (۵۸۶۰ صفحات) پر مشتمل ہیں۔ یعنی مجلدات اور صفحات میں اگرچہ ''امتاع الاسماع'' ضخیم ہے مگر مواد کے اعتبار سے ''سیرتِ شامیہ'' بسیط ہے۔

امتاع الاسماع میں سبل الہدیٰ کی نسبت عنوانات کی کثرت ہے۔ سیرتِ شامیہ کے کل ۱۵۳۰ ابواب (عنوانات) ہیں جب کہ سیرت مقریزی کے تقریباً ۲۶۱۵ عنوانات ہیں۔ سیرت مقریزیہ کا پہلا جز جو سیرت کے اجمالی جائزے پر مبنی ہے، اگر اس کے ۸۱۰ عنوانات کو خارج بھی کر دیا جائے، تب بھی اس میں عنوانات زیادہ ہیں۔

سیرت شامی کا اسلوب

بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیرت شامی کے اسالیب کی وضاحت کا آغاز ان کے اپنے بیان کردہ اسالیب سے کیا جائے۔

امام شامی اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

۱۔ولم أذكر فيه شيأ من الأحاديث الموضوعات، وختمت كل باب بايضاح ما اشكل فيه مع بيان غريب الالفاظ وضبط المشكلات،والجمع بين الاحاديث التى قد يظن انها من المتناقضات (۱۰۹)

میں نے اس میں موضوع احادیث ذکر نہیں کیں۔ میں نے ہر باب کو مشکل الفاظ کی شرح پر (نیز) اس کے ساتھ ساتھ غریب الفاظ کی وضاحت اور مشکل مسائل کے حل پر ختم کیا ہے۔ اور ان احادیث کے مابین جمع (وتطبیق) کی ہے جنہیں متناقض خیال کیا جاتا ہے۔

۲۔واذا ذكرت حديثا من عند احد من الأئمة فانى اجمع بين الفاظ رواته اذا اتفقوا...واذا كان الراوى عن النبى ﷺ صحابيا قلت: رضى الله تعالىٰ عنه ...وان كان تابعيا اومن اتباع التابعين قلت: رحمه الله تعالى

جب ائمۂ حدیث میں سے کسی سے حدیث ذکر کروں تو میں اس کے راویوں کے الفاظ کو یک جا کر دوں گا، جب کہ وہ متفق ہوں۔ جب نبی پاک ﷺ سے روایت کرنے والا صحابی ہو تو میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہتا ہوں۔ اگر (راوی) تابعی یا تبع تابعین سے ہو تو میں ''رحمہ اللہ تعالیٰ'' کہتا ہوں۔

۳۔ امام شامی بیان مسئلہ کے بعد اس سے متعلق علماء کے اقوالِ مختلفہ ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس بعد لکھتے ہیں:

فقیل: کان لبیان الجواز، وقیل: بل لوجعٍ کان بمأ بضه، وقیل: بل فعله استشفاء. قال الشافعي: والعرب تستشفي وجع الصلب بالبول قائما، وقول صاحب الهدی: الصحیح انما فعله تنزیها وبعدا من اصابة البول (۱۱۰)

کہا گیا ہے کہ یہ بیانِ جواز کے لئے تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زانو کے اندرونی حصے کی تکلیف کی وجہ سے تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حصولِ شفا کے لئے ایسا کیا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اہل عرب پشت کی تکلیف سے بچنے کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے۔ صاحب ھدیٰ کا قول ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے پیشاب سے بچنے کے لئے ایسا کیا۔

۴۔ لغوی معنیٰ کے ساتھ سیاقِ کلام میں جو اصطلاحی مفہوم مراد ہو اسے واضح کرتے ہیں۔

مثلاً: **البطحا: الا بطح، وهو في الاصل مسیل واسع فیه دقاق الحصی والمراد به هنا بطحاء مكة (۱۱۱)**

بطحا دراصل ایسی وسیع وادی کو کہتے ہیں جس میں باریک کنکریاں (اور ریت) ہو۔ یہاں مراد مکے کی وادی ہے۔

۵۔ بعض اوقات باب میں مذکورہ عبارت یا حدیث کے مفہوم پر وارد شدہ اعتراض یا اس میں موجود ابہام کا جواب دینے کے لئے باب کے آخر میں ''فصل'' قائم کرتے ہیں۔ مثلاً **الباب الثاني: في الكلام على قوله** ﷺ: لی خمسۃ اسماء وطرقہ (۱۱۲) اس باب کے آخر میں ص ۴۰۵ پر فصل قائم کر کے اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ اسمائے نبوی تو اور بھی ہیں، یہاں پانچ کی قید کس لئے لگائی گئی ہے؟

۶۔ اقوالِ مختلفہ میں ترجیح کے بعد اس پر بہ طور ادلہ احادیث وآثار اور اقوالِ علماء پیش کرتے ہیں۔

مثلاً مروجہ میلاد النبی کو بدعت حسنہ قرار دینے کے بعد اس پر اقوال علماء سے استشہاد کرتے ہیں۔(۱۱۳)

۷۔ بعض اوقات مرجع المرجع کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مثلاً نادر: نقلہ فی (الزھر) عن منتخب کراع۔(۱۱۴)

۸۔ بعض اوقات مؤلف اور اس کی تالیف، دونوں نام بہ طور حوالہ نقل کرتے ہیں۔ مثلاً: وفی (الموعب) لابن التیان: ماء زمزم وزمزام وھو الکثیر (۱۱۵) راوہ ابونعیم فی الحلیۃ (۱۱۶)

۹۔ بعض اوقات مجہول قائل کا کلام بھی لے آتے ہیں۔ مثلاً: ویرحم اللہ تعالیٰ القائل حیث قال (۱۱۷)

۱۰۔ اگلے باب کے مضمون کی اہمیت واضح کرنے کے لئے، اس سے پہلے مقدمے کے طور پر باب قائم کرتے ہیں۔ مثلاً: الباب الاول فی فوائد کالمقدمۃ للابواب الآتیۃ۔(۱۱۸)

۱۱۔ بعض اوقات ایک باب کے ماتحت مختلف انواع لاتے ہیں جو اس کی جزئیات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مثلاً: الباب الاول فی البئر التی توضأ او اغتسل ﷺ منھا وفیہ انواع (۱۱۹)

۱۲۔ صیغے کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً: الا بیض: صفۃ مشبھۃ من البیاض ...(۱۲۰)

اصطلاحات، اختصارات اور مخففات شامیہ

امام شامی علیہ الرحمہ کی اصطلاحات، اختصارات اور مخففات جو انہوں اپنی سیرت میں استعمال کئے ہیں اور اسے اپنی تالیف کے مقدمے میں بھی ذکر کیا ہے درج ذیل ہیں۔

۱۔ الشیخین: امام بخاری وامام مسلم

۲۔ متفق علیہ: امام بخاری اور امام مسلم کی بیان کردہ روایت

۳۔ الاربعۃ: ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی

۴۔ الستۃ: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی

۵۔ الخمسۃ: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی

۶۔ الثلاثۃ: ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی

۷۔ الأئمۃ: امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور دارقطنی

۸۔ الجماعۃ: امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی

۹۔ ابوعمر: حافظ یوسف بن عبدالبر

۱۰۔ القاضی: ابوالفضل عیاض

۱۱۔ الامیر: امام حافظ ابونصر علی بن ھبۃ اللہ الوزیری (ابن ماکولا)

۱۲۔ السہیلی: امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ الخثعمی

۱۳۔ الروض: الروض الأنف (تالیف سہیلی)

۱۴۔ ابوالفرج: حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی

۱۵۔ ابوالخطاب: حافظ عمر بن الحسن بن دحیۃ

۱۶۔ ابوذر: حافظ ابوذر (مصعب بن محمد بن مسعود الخشنی)

۱۷۔ زادالمعاد: زادالمعاد فی ہدی خیر العباد (تالیف ابن قیم جوزی)

۱۸۔ ابوالربیع: سلیمان بن سالم الکلاعی

۱۹۔ الاکتفاء: الاکتفاء (تالیف الکلاعی)

۲۰۔ ابوالفتح: حافظ محمد بن محمد بن سید الناس

۲۱۔ العیون: عیون الاثر (تالیف ابن سید الناس)

۲۲۔ القطب: حافظ قطب الدین الحلبی

۲۳۔ المورد: مورد العذب (تالیف قطب الدین حلبی)

۲۴۔ الزہر: الزہر الباسم (تالیف حافظ علاؤ الدین مغلطائی)

۲۵۔ الاشارۃ: الاشارۃ: سیرت سیدنا محمد رسول اللہ (حافظ مغلطائی)

۲۶۔ الامتاع: امتاع الاسماع (تالیف تقی الدین المقریزی)

۲۷۔ المصباح: المصباح المنیر (تالیف احمد بن محمد بن علی الفیومی)

۲۸۔ التقریب: التقریب فی علم الغریب (محمود المعروف ابن خطیب الدہشۃ)

۲۹۔ الحافظ: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر

۳۰۔ الفتح: فتح الباری (تالیف ابن حجر)

۳۱۔ شرح الدرر

۳۲۔ النور: نور النبراس (تالیف حافظ برھان الدین حلبی)

۳۳۔ الغرر: الغرر المضیئۃ (تالیف علامہ محبّ الدین)

۳۴۔ السید: نورالدین السمہودی

۳۵۔ الشیخ: شیخنا: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

روایاتِ سیرت کا اسلوب

ا۔ امام شامی روایتِ سیرت کے آغاز میں متعلقہ جملہ مآخذ کا ذکر کرتے ہیں، نیز جس ماخذ سے الفاظ یا عبارت لاتے ہیں اس کے راوی کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً غزوۂ حدیبیہ کے سفر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی عبد الرزاق، والامام احمد، وعبد بن حمید، والبخاری، وابوداؤد، والنسائی، و ابن جریر، وابن المنذر عن محمد بن مسلم بن شهاب الزهری، وابن اسحاق عن الزهری عن عروة بن الزبیر عن المسور ابن مخرمة ومروان بن الحکم، انهما حدثاه ومحمد بن عمر عن شیوخه، قال محمد بن عمر: دخل رسول الله ﷺ بیته فاغتسل (۱۲۱)

واقعۂ حدیبیہ کو بیان کرنے والے مآخذ کی وضاحت کے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ ابن منذر نے معمر سے انہوں نے محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے بیان کیا، ابن اسحاق نے زہری سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے مسور سے بیان کیا اور مسور کو ابن مخرمہ اور مروان بن حکم دونوں نے حدیث بیان کی اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد محمد بن عمر کے قول سے واقعے کا آغاز کیا گیا ہے۔

۲۔ سیرت کی روایات کے مابین جو اختلاف ہوا سے بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ میں قیام کے بارے لکھتے ہیں:

أقام رسول الله ﷺ بالحدیبیة تسعة عشر یوما، و یقال عشرین لیلة، ذکره محمد بن عمر وابن سعد. قال ابن عائذ: واقام رسول الله ﷺ فی غزوته هذه شهرا ونصفا. (۱۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں انیس دن قیام فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ بیس راتیں قیام کیا، جسے محمد بن عمر اور ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ ابن عائذ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اس غزوہ میں ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔

۳۔ واقعۂ سیرت کی کیفیت کے بیان میں جو مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً غزوۂ خندق کے بعد نبی پاک ﷺ واپس لوٹے، غسل کیا ظہر کی نماز ادا کی، ایک آدمی نے سلام کہا۔ آپ اس کی طرف اٹھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ دحیہ کلبی تھے۔ امام شامی لکھتے ہیں:

قال محمد بن عمر وهو ينفض الغبار عن وجهه، وهو معتم، وقال ابن اسحاق: معتجر بعمامة، قال الماجشون: سوداء من استبرق، مرخ من عمامته بين كتفيه، على بغلة شهباء وفى لفظ: فرس، عليها رحالة وعليها قطيفة من ديباج. قال الماجشون: احمر، على ثناياه اثر الغبار وفى رواية: قد عصب راسه الغبار عليه لا مته (۱۲۳)

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ وہ اپنے چہرے سے غبار جھاڑ رہے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔ ماجشون نے کہا ہے کہ وہ (عمامہ) سیاہ ریشم سے تھا جو وہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ سیاہی مائل سفید خچر پر (سوار) تھے۔ دوسری روایت ہے ''فرس'' یعنی گھوڑے پر، جس پر چمڑے کا زین اور ریشمی مخملی چادر تھی۔ ماجشون نے (گھوڑے کا رنگ) سرخ کہا ہے۔ (سلام کہنے والے کے) دانتوں پر غبار کا اثر تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا اور اس پر ہتھیار تھے۔

۴۔ روایتِ سیرت کے اختصار و تفصیل کے مآخذ کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً

روى البزار بسند رجاله ثقات عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه مختصرا (۱۲۴) روى مسلم عن جابر مختصرا (۱۲۵) والبيهقى والحاكم فى صحيحه مطولا عن عائشة (۱۲۶)

۵۔ سیرت کی روایات کے ضمن میں آیات کا نشان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ (حدیبیہ کے مقام پر) ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تیس نوجوانوں کا گروہ ہتھیار اٹھائے ہمارے سامنے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی، پس ہم نے ان پر قابو پالیا۔ آپ ﷺ نے انہیں کہا، کیا تم کسی کے عہد و امان میں ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پس آپ نے انہیں چھوڑ دیا، تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (۱۲۷) وهو الذى كف ايديهم عنكم وايديكم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفركم عليهم (۱۲۸)

۶۔ روایاتِ سیرت کو تحقیقی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: صحیح بخاری میں حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابن عمر اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے۔ امام شامی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولیس کذالك، ولکن عمر یوم الحدیبیة ارسل عبد الله الی فرس له عند رجل من الانصار یأتی به لیقاتل علیه ورسول الله ﷺ یبایع عند الشجرة وعمر لا یدری بذالك فبایعه عبد الله، ثم ذهب الی الفرس فجاء به الی عمر، وعمر یستلئم للقتال فأخبره ان رسول الله ﷺ یبایع تحت الشجرة، قال: فانطلق فذهب معه حتیٰ بایع رسول الله ﷺ، فهی التی یتحدث الناس ان ابن عمر اسلم قبل عمر (۱۲۹)

حال آں کہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمر نے حدیبیہ کے دن عبداللہ کو انصاری آدمی کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تاکہ وہ اس پر جہاد کریں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ عمر کو یہ معلوم نہ تھا۔ پس حضرت عبداللہ (ابن عمر) نے بیعت کی۔ پھر گھوڑا لے کر حضرت عمر کے پاس پہنچے تو آپ زرہ پہن رہے تھے۔ ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ تو درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ چلے اور بیعت کی۔ اصل میں یہ واقعہ ہے۔ لوگ کہنے لگے کہ ابن عمر اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے۔

۷۔ کتبِ سیر واحادیث سے غیر مربوط روایاتِ سیرت کو مربوط انداز میں نقل کرتے ہیں۔ مثلاً: غزوۂ بنو قریظہ کے بیان میں ''ابن عقبہ'' کے حوالے سے حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو اپنے فیصلے میں ثالث مقرر کرنے پر اختیار دیا۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم تسلیم کیا۔ جب وہ آئے تو صحیحین کے حوالے سے لکھا ہے: **قوموا لی سید کم (۱۳۰)** پھر امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے: **فانزلوه، وکان رجال من بنی عبد الأشهل یقولون: قمنا له علی ارجلنا صفین (۱۳۱)** پھر ابن عائذ کے حوالے سے لکھا ہے: **فقال رسول الله ﷺ أحکم فیهم یا سعد (۱۳۲)** پھر ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے: **ان رسول الله ﷺ قال فی حکم سعد (۱۳۳)**

۸۔ مسئلے کی وضاحت کے لئے آئمہ وعلماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً: حضور ﷺ کے مختون پیدا ہونے کے بیان کے ضمن میں ابن دری، ابن الجوزی اور شیخ السیوطی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کون اور کتنے انبیاء مختون پیدا ہوئے۔ (۱۳۴)

۹۔ روایتِ سیرت میں اقوال مختلفہ بیان کرنے کے بعد اپنے نزدیک ترجیحی قول کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مختون پیدا کیا گیا۔ اس حدیث کے بعد علامہ خطیب بغدادی کی

روایت نقل کی کہ شقِ صدر کے وقت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ختنہ کیا۔ تیسرا قول امام ذہبی کا نقل کیا کہ اہل عرب کی عادت کے مطابق آپ کے دادا نے آپ کا ختنہ کیا۔ آخر میں حافظ قطب الخیضری کے حوالے سے پہلے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وارجحها عندی الاول وادلته مع ضعفها أمثل من أدلة غيره (۱۳۵)

میرے نزدیک قول اوّل راجح ہے۔ اس کے دلائل اپنے ضعف کے باوجود دیگر دلائل سے واضح ہیں۔

۱۰۔ روایاتِ سیرت کی تائید میں صحابہ یا کبار علماء کے اشعار کو دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

غزوہ حنین اور طائف کے بیان میں حضرت بجیر بن زہیر اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اشعار کو ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۳۶)

۱۱۔ واقعاتِ سیرت میں علماء نے جو حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں، وہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں ہوئی؟ رمضان المبارک میں کیوں نہ ہوئی، جو خیر و برکت والا مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل ہوا اور اس میں لیلۃ القدر ہے۔ تو اس کے چار جواب ہیں۔ (۱۳۷)

۱۲۔ حضور ﷺ سے تعلق رکھنے والے افراد، اشیا اور جانوروں کا ذکر بھی سیرت کے ضمن میں کرتے ہیں۔ مثلاً: جلد نمبر گیارہ میں حضور ﷺ کی اولاد، ازواج، عشرہ مبشرہ، وزراء، عمال، خلفا، قاصدین، کاتبین، غلام، لونڈیاں، خدام، گھوڑے، خچر اور زیرِ استعمال گدھے وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳۔ کسی روایت پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو تو اس کا جواب دیتے ہیں۔ مثلاً: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ابولہب کے عذاب میں پیر والے دن اس لئے تخفیف ہوئی ہے کہ اس نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی ولادت کی خوش خبری لانے والی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ کافر کا عمل آخرت میں اسے نفع دے گا، جب کہ قرآن مجید میں ہے:

وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباءً منثوراً (۱۳۸)

اور ہم ان کے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے۔

امام شامی، امام بیہقی کے حوالے سے اس کا جواب نقل کرتے ہیں کہ کفار کے لئے خیر کے بطلان کا مطلب یہ ہے کہ انہیں جہنم سے خلاصی نہ ہوگی اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ ممکن ہے کہ ان کی بعض نیکیوں کے بہ سبب ان کے اس عذاب میں تخفیف کر دی جائے جو ان کے جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے ان پر لازم ہوا ہے، سوائے کفر کے۔ (۱۳۹)

۱۴۔ روایات کے اختلاف کو دفع کرتے ہوئے ان کے مابین تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً: امام بیہقی نے مسعودی کے طریق سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا؟ میں نے اپنا نام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تو سو جائے گا۔ آپ نے پھر پوچھا تو میں نے اپنے آپ کو پیش کیا، چناں چہ ان کی آنکھ لگ گئی، دن چڑھے آنکھ کھلی۔ (۱۴۰)

محدثین اس نیند اور سفر کے واقعے کے بارے لکھتے ہیں کہ یہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر رونما ہوا۔

امام شامی لکھتے ہیں:

قلت لم ینفرد المسعودی بذالك، قال ابن ابی شیبة فی المصنف: حدثنا منذر عن شعبة عن جامع بن شداد به، ولا مانع من التعدد (۱۴۱)

میں کہتا ہوں کہ اس (حدیث کے بیان) میں مسعودی منفرد نہیں (بل کہ) ابن ابی شیبہ نے (اپنی کتاب) المصنف میں اس حدیث کو منذر عن شعبة عن جامع بن شداد کی سند سے بیان کیا ہے۔ اور اس واقعے کے متعدد ہونے میں کوئی مانع بھی نہیں۔

فقہی مسائل کے بیان کا اسلوب

۱۔ فقہی مسئلے سے متعلق اگر مختلف احادیث وارد ہوں تو انہیں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: وتروں کے بارے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رکعت وتر ادا کرتے۔ ان رسول اللہ ﷺ أوتر بر کعة (۱۴۲)

اس کے بعد دوسری حدیث نقل کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث (۱۴۳)

۲۔ فقہی مسائل میں اپنی ترجیح پر فقہی عنوان قائم کرتے ہیں اور قولِ مخالف پر جرح کرتے ہیں۔ مثلاً:

الرابع: فی قنوته ﷺ فی الوتر بعد الرکوع (۱۴۴)

اس باب کے تحت امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

ضعیف / غریب حدیث کی شرح کا اسلوب

۱۔ پہلے حدیث کو سند سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: ردِ شمس والی حدیث امام طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے ان کی سند سے نقل کی ہے۔ (۱۴۵)

۲۔ سندِ حدیث میں مذکور راوی ''ابراہیم بن حسن'' پر ''حافظ ابوالحسن الہیثمی'' غیر ثقہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ امام شامی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: وھو ثقة وثقه ابن حبان (۱۴۶)

اسی راوی پر حافظ ابن حجر جب بداعتمادی کا اظہار کرتے ہیں تو اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

لم ینفرد به ابراھیم بل تابعه علیه عروة بن عبد الله بن قشیر عن فاطمة بنت علی (۱۴۷)

اس حدیث کے بیان میں ابراہیم منفرد نہیں بل کہ اس کی تابع حدیث کو عروہ بن عبداللہ بن قشیر نے فاطمہ بنت علی سے بیان کیا ہے۔

۳۔ حدیث ضعیف/غریب کے رواۃ میں سے کسی راوی سے اگر آئمہ حدیث نے اخذ کیا ہو تو اس سے راوی کی ثقاہت پر استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً: ابوالحسن الہیثمی، فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کے بارے میں نکارت کا اظہار کرتے ہیں تو امام شامی اس کا تعارف یوں پیش کرتے ہیں:

قلت: فاطمة ھذه روی لھا النسائی وابن ماجة فی التفسیر ووثقھا الحافظ ابن حجر فی تقریب التھذیب (۱۴۸)

۴۔ ضعیف/غریب حدیث اگر متعدد اسناد سے مروی ہو تو وہ اسناد بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: ردّ شمس والی حدیث کی ایک مزید سند امام طبرانی کے حوالے سے اور تیسری سند شاذان الفضلی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (۱۴۹)

۵۔ ضعیف/غریب حدیث کو جن محدثین یا ائمہ سیرت نے بیان کیا ہے ان کے حوالے کو حدیث کی صحت پر بہ طور دلیل لاتے ہیں۔ مثلاً:

ولھذا الحدیث طرق اخری عن اسماء (بنت عمیس) اوردت بعضھا فی کتابی (مزیل اللبس عن حدیث ردّ الشمس) وورد من حدیث علی ورواہ شاذان ومن حدیث ابن الحسین بن علی رواہ الدولابی فی الذریة الطاھرة والخطیب فی تلخیص المتشابه ومن حدیث ابی سعید رواہ الحافظ ابو القاسم عبید الله بن عبد الله نقله الذھبی فی موضوعات ابن الجوزی من حدیث ابی ھریرة وابن مردویه وابن شاھین وابن منده وحسنه شیخنا فی الدر المنتثرة فی الاحادیث المشتھرة وحدیثا مما رواہ الطحاوی من طریقین فی کتابه مشکل الآثار وقال ھذان الحدیثان ثابتان ورواتھما ثقات،

ونقله عن القاضی عیاض فی الشفاء (۱۵۰)

یہ حدیث اسماء بنت عمیس سے دیگر طرق سے بھی مروی ہے جنہیں میں نے اپنی کتاب (مزیل اللبس عن حدیث ردّ الشمس) میں وارد کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے، جسیشاذان نے ابن حسین بن علی سے روایت کیا ہے۔ نیز اسے الدولابی نے (الذریۃ الطاہرۃ) میں اور الخطیب نے (تلخیص المتشابہ) میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ نے اسے ''ابوسعید'' سے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے اسے (موضوعات ابن الجوزی) میں حضرت ابو ہریرہ، ابن مردویہ، ابن شاہین اور ابن مندہ سے نقل کیا ہے اور ہمارے شیخ (سیوطی) نے اسے الدرالمنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ میں حسن کہا ہے۔ امام طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اس حدیث کو دو طرق سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اسے قاضی عیاض نے شفا میں نقل کیا ہے۔

۶۔ ثقہ محدثین میں سے اگر کسی نے اپنے شعر میں اسے نقل کیا ہے تو اس سے واقعے کی صحت پر دلیل پکڑتے ہیں۔ مثلاً: واقعہ ردّ شمس کو حافظ فتح الدین محمد بن محمد المعروف ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) نے اپنی کتاب بشری اللبیب میں اپنے شعری قصیدے میں بیان کیا ہے۔

ورد علیه الشمس بعد غروبها

وهذا من الایقان اعظم موقعا(۱۵۱)

۷۔ بیان سیرت میں اشعار لاتے ہیں اور اکثر و بیشتر شعرا کا نام ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کی وجہ سے پیر والے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ اس مضمون کو حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی نے منظوم کیا۔ (۱۵۲)

تنبیہات وفوائد

۱۔ تنبیہ: یہ لفظ واحد کے طور پر اس وقت لاتے ہیں جب بیان شدہ موضوع سے متعلق کوئی اضافی بات ایک نکتہ پر مبنی ہو۔ مثلاً: تعظیمِ مکہ کے باب کے آخر میں لفظ ''تنبیہ'' واحد لائے ہیں۔ جس میں حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ سے متعلق گفتگو کی ہے۔ (۱۵۳)

۲۔ اگر موضوع سے متعلق اضافی جزئیات دو نکات پر مبنی ہوں تو لفظ ''تنبیہان'' لاتے ہیں۔ (۱۵۴)

۳۔ اگر موضوع سے متعلق جزئیات دو سے زائد نکات پر مبنی ہوں تو لفظ ''تنبیہات'' لاتے ہیں۔

مثلاً: حضور ﷺ کے حج اور عمروں کے باب کے آخر میں لفظ ''تنبیہات'' کے ماتحت گیارہ جزئیات بیان کی گئی ہیں۔(۱۵۵)

۴۔ بیان شدہ موضوع سے متعلق فوائد ونکات بیان کرنے کے لئے کبھی باقاعدہ باب قائم کرتے ہیں۔مثلاً: الباب الرابع فی تنبیہات وفوائد تتعلق بحجۃ الوداع (۱۵۶)

۵۔ تنبیہ کے ماتحت حدیث پر جرح بھی کرتے ہیں۔(۱۵۷)

۶۔ تنبیہ کے تحت متعارض حدیثوں کے مابین تطبیق کرتے ہیں۔مثلاً: ایک روایت میں ہے کہ وقت حمل آپ کی والدہ نے نور دیکھا، دوسری روایت میں ہے کہ بہ وقتِ ولادت نور ظاہر ہوا۔ان روایات کے بارے حافظ ابوالفضل عراقی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

ویجوز ان یکون خرج منها النور مرتین، مرة حین حملت به ومرة حین وضعته ولا مانع من ذالك، ولا یکون بین الحدیثین تعارض (۱۵۸)

ممکن ہے کہ آپ (حضرت آمنہ) سے دومرتبہ نور ظاہر ہوا ہو۔ایک دفعہ حمل کے وقت اور ایک دفعہ ولادت کے وقت۔اس سے کوئی مانع نہیں اور نہ ہی دو حدیثوں کے مابین تعارض ہے۔

۷۔ اختلافِ روایات میں اگر ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔مثلاً: اصحابِ فیل کو لگنے والے پتھروں کا حجم کیا تھا؟ لکھتے ہیں:

واللہ تعالیٰ اعلم کان فیها الکبیر والصغیر، فحدث رآءٍ بما رأی او سمع (۱۵۹)

۸۔ واقعاتِ سیرت کے مابین اختلافِ روایات کو بیان کرتے ہیں۔مثلاً: تنبیہات کے تحت چھٹے نمبر پر غزوۂ بنی قریظہ کے محاصرے کی مدت کا ذکر کرتے ہیں:

اختلف فی مدة الحصار فقال ابن عقبة: بضع عشرة لیلة، وقال ابن سعد: خمس عشرة لیلة، وروی ابن سعد عن علقمة بن وقاص خمسا وعشرین لیلة (۱۶۰)

مدت حصار میں اختلاف کیا گیا ہے۔ابن عقبہ کا قول ہے کہ دس دنوں سے کچھ زائد، ابن سعد نے پندرہ دن کہے اور علقمہ بن وقاص سے ابن سعد نے پچیس دن بھی بیان کئے ہیں۔

۹۔ فرمانِ رسول کا جو مرادی معنیٰ ہوا سے تنبیہات میں نقل کرتے ہیں۔مثلاً: بنی قریظہ کے بارے حضرت سعد نے جب فیصلہ سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا لقد حکمت فیهم بحکم اللہ الذی حکم به من فوق سبع سمٰوات (۱۶۱)

من فوق سبع سمٰوات کا معنیٰ امام سہیلی کے حوالے سے تنبیہات میں نقل کرتے ہیں:

معناہ أن الحکم نزل من فوق (۱۶۲)

۱۰۔ بعض احادیث میں واردشدہ قریب المعنیٰ الفاظ تنبیہات میں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

الاول: ورد فی سعة الحوض أحادیث متقاربة المعنیٰ ففی روایة: میسرة شھر وفی روایة مابین أیلة الی مکة وفی روایة ما بین أیلة الی صنعا وفی روایة من عدن الی عمان ... وغیرھا (۱۶۳)

۱۱۔ بعض اوقات غیر صحیح باتیں زبان زدِ عام ہو جاتی ہیں، تنبیہ میں اس کی نفی کر کے صحیح قول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً بعض کتب میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت بحیرۂ طبریہ کا پانی کم ہو گیا۔ اس کے بارے لکھتے ہیں:

وھذا غیر معروف، وبحیرة طبریة لم یثبت أن ماء ھا غاض وھو باق الی الیوم (۱۶۴)

یہ غیر معروف بات ہے۔ بحیرہ طبریہ کے پانی کا کم ہونا ثابت نہیں وہ آج تک باقی ہے۔

۱۲۔ روایتِ سیرت کی تشریح میں اگر کسی شارح سے سہو واقع ہو تو اس کے مقابل صائب شرح پیش کرتے ہیں۔ مثلاً تنبیہ میں شیخ تقی الدین سبکی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

لم یصب من فسر قولہ ﷺ کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد (بانہ) سیصیر نبیا لان علم اللہ تعالیٰ محیط بجمیع الاشیا (۱۶۵)

جس نے حضور ﷺ کے (مذکور) فرمان کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ عن قریب نبی بن جائیں گے، درست نہیں۔ کیوں کہ علم خدا تو جمیع اشیا کو محیط ہے۔

۱۳۔ بعض اوقات تنبیہات میں حدیث کی حیثیت اور اس کے رواۃ پر نقد و جرح بھی تنبیہ کے ماتحت لاتے ہیں۔ مثلاً اسم 'محمد ﷺ' کے فضائل میں واردشدہ احادیث پر تنبیہات کے ماتحت نقد کیا ہے۔ (۱۶۶)

۱۴۔ بیان سابق سے متعلق اضافی مواد کو تنبیہ میں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً اسمِ احمد کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم بیان کرنے کے بعد تنبیہ میں لکھتے ہیں کہ اسم احمد اسمِ محمد سے وجود میں پہلے ہے۔ (۱۶۷)

اسمائے نبوی کی شرح کا اسلوب

۱۔ اسم ذات ''محمد'' ﷺ کے علاوہ دیگر اسمائے نبویہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ اسمائے نبوی جن آئمہ حدیث سے منقول ہیں، ان کے ناموں کے مخففات کے ساتھ امام شامی

حوالہ دیتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

یا: ''قاضی'' کے لئے ع: ''العزفی'' کے لئے د: ''ابن وحیۃ'' کے لئے ح: ''ابو الفتح ابن سید الناس'' کے لئے ط: ''سیوطی'' کے لئے خا: ''السخاوی'' کے لئے عا: ''شیخ عبد الباسط بلقینی'' کے لئے۔ (۱۶۸)

۳۔ مذکورائمہ کے علاوہ دیگر اسلاف میں سے اگر کوئی اسم نبوی نقل کریں تو اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً: البالغ و البیان: ذکر هما شیخنا ابو الفضل القسطلانی (۱۶۹)

۴۔ آئمہ نقل کے ساتھ ساتھ، اسم نبوی جس نص سے ماخوذ ہوا سے بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

العامل: (ع) (ح) قال (ط) (۱۷۰) ولعله ماخوذ من قوله تعالیٰ قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل (۱۷۱)

۵۔ کبھی فقط آئمہ نقل کے حوالے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مثلاً:

الظفور: (خا) (عا) من ظفر (۱۷۲)

۶۔ اسم نبوی کا ماخذ اگر حدیث ہو تو اس کی سند کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

طٰه: ذکره خلائق فی اسمائه ﷺ وورد فی حدیث رواه ابن مردویه بسند ضعیف عن ابی الطفیل رضی الله تعالیٰ عنه (۱۷۳)

۷۔ مدحیہ اشعار کو بھی اسم نبوی کا ماخذ بناتے ہیں۔ مثلاً:

العادل: قال عمه ابو طالب یمدحه ﷺ: حلیم رشید عادل غیر طائش یوالی الٰها لیس عنه بغافل (۱۷۴)

۸۔ اسمائے نبوی کی شرح میں قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

رحمة العالمین: قال تعالیٰ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (۱۷۵) فهو رحمة لجمیع الخلق قال ابو بکر بن طاهر: زین الله محمداً ﷺ بزینة الرحمة وحیاته رحمة ومماته رحمة، کما قال محمد ﷺ: حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم (۱۷۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے آپ کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ ابو بکر بن طاہر کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے محمد ﷺ کو رحمت سے مزین کیا ہے۔ آپ کی زندگی اور وفات رحمت ہے، جس طرح آپ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور وفات بھی۔

۹۔ اسمائے نبوی کی شرح میں اقوال عرب سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

الوافی: بمعنی الوفی من قولهم: درهم واف و کیل واف ای تام (۱۷۷)

۱۰۔ سابقہ کتبِ سماوی سے جو اسمائے نبوی ماخوذ ہوتے ہیں ان کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً:

راکب البعیر: هو من اسمائه ﷺ فی الکتب السالفة راکب الجمل: قال (د): ورد فی کتاب نبوة شعیا وهو ذوالکفل علیه السلام (۱۷۸)

۱۱۔ سابقہ کتبِ سماویہ سے منقول اسمائے نبوی کے معانی کی وضاحت اہل کتاب سے بھی نقل کرتے ہیں۔ مثلاً: حمطایا: ... قال ابو عمر الزاهد: سألت بعض من اسلم من الیهود فقال: معناه یحمی الحرم ویمنع الحرام (۱۷۹)

۱۲۔ معنوی وضاحت کے لئے لفظ کے اشتقاق کے ممکنہ مصادر بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

آیة الله: قال الراغب رحمه الله تعالی: واشتقاقها من أی (۱۸۰)

الشاکر: اسم فاعل من الشکر وقیل هو مقلوب عن الکشر وهو الکشف (۱۸۱)

۱۳۔ معنوی وضاحت کے لئے ترکیب نحوی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

البینة: (۱۸۲) حتیٰ تأتیهم البینة ای محمد ﷺ فرسول بدل او عطف بیان للبینة (۱۸۳)

۱۴۔ اسم نبوی کا مرادی معنیٰ بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

سابق العرب: و معناه المخلص الذی سارع الی طاعة مولاه (۱۸۴)

۱۵۔ اسمائے نبویہ کی تشریح وتوضیح میں فقط لغوی واصطلاحی معانی کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کرتے، بل کہ اسم کے متعلقات ومقتضیات پر بھی بحث کرتے ہیں۔ مثلاً اسمِ نبوی الشاکر کے ماتحت شکر کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ (۱۸۵) اسمِ نبوی الصابر کے ماتحت اسلاف سے صبر کی تعریفیں اور صبر کے مقامات ودرجات کا بیان ہے۔ (۱۸۶)

۱۶۔ شرح میں قریب المعنیٰ الفاظ کے مابین موجود معنوی لطافتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ (۱۸۷)

۱۷۔ اسمِ نبوی کے تلفظ کو واضح کرنے کے لئے مشہور اسم کو بہ طور وزن لاتے ہیں۔ مثلاً:

الغَطَمطَم: بطائین مهملتین وزن زبرجد (۱۸۸)

۱۸۔ اسمِ نبوی کے تلفظ میں اختلاف کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً:

المُنحَمِنّا: ضبطه الامام الشمنی بضم المیم وسکون النون وفتح الحاء

المهملة و كسر الميم بعد ها نون مشددة مفتوحة و الف. وقال ابن دحية:
انه بفتح الميمين (۱۸۹)

۱۹۔حروفِ اصلیہ کی وضاحت کے لئے صیغے کی اصلی حالت بیان کرتے ہیں، نیز اس میں تصریف کے قواعد کی وضاحت کرتے ہیں۔مثلاً:

المدثر: المتلفف في الدثار وهو الثياب واصله المتدثر لانه من تدثر فقلبت التاء دالا وادغمت (۱۹۰)

۲۰۔اسمائے نبویہ کی شرح میں صیغے کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الحائد لامته من النار: اسم فاعل من حاد يحيد (۱۹۱)

۲۱۔وہ اسمائے نبویہ جو اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کے مابین مشترک ہیں، ان کے معانی کی الگ الگ وضاحت کرتے ہیں۔مثلاً:

الحليم: هو ضبط النفس والطبع عند هيجان الغضب وهذا الاسم من اسمائه تعالىٰ. ومعناه فى حقه تعالىٰ: الذى لا يعجل بالعقوبة (۱۹۲)

۲۲۔جو اسمِ نبوی تشبیہ پر مبنی ہو اس تشبیہ کے علل کو بیان کرتے ہیں۔مثلاً: السراج المنیر کے ماتحت سورج کے ساتھ تشبیہ کے چار وجوہ بیان کئے ہیں۔(۱۹۳)

اعلام واماکن کا اسلوبِ بیان

۱۔اعلام الرجال اور اماکن کا تلفظ واضح کرتے ہیں۔مثلاً:

ابو بصير عتبة، بضم العين المهملة، ابن اسيد، بوزن أمير (۱۹۴)

الحديبية: بحاء مهملة مضمومة، فدال مهملة مفتوحة فموحدة مكسورة فتحية مفتوحة (۱۹۵)

۲۔اعلام الرجال کے تعارف میں ان کی نسبت واضح کرتے ہیں۔مثلاً:

كلفة بالفاء: ابن عوف بن عمرو، بن مالك بن الأوس الكنانى ثم الليثى (۱۹۶)

۳۔اعلام الرجال کے تعارف میں ان کا شجرۂ نسب بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً زمانۂ جاہلیت میں جن کا نام "محمد" تھا ان کے ذکر میں ان کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے۔(۱۹۷)

۴۔عرفی نام کے ساتھ اصل نام بھی ذکر کرتے ہیں، نیز معروف نام بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً:

محمد بن حمران بن ابى حمران. واسمه ربيعة بن مالك الجعفى المعروف

بالشويعر (۱۹۸)

۵۔ اصطلاحی علم کی وضاحت کرتے ہیں اور مختصر تاریخی پس منظر بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

كسرى بفتح الكاف وكسرها: اسم ملك الفرس. والذى ولد النبى ﷺ في زمانه: أنوشيروان بن قباذ بن فيروذ بن يزد جرد بن بهرام جور. والذى كتب اليه الكتاب ومزّقه (۱۹۹)

۶۔ قبائل کے ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

قريظة بضم القاف: هو رجل نزل اولاده قلعة حصينة بقرب المدينة فنسبت اليهم و قريظة والنضير اخوان من اولاد هارون عليه السلام (۲۰۰)

۷۔ اماکن کا محل وقوع بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

ساوة: مدينة بين الرى وهمذان، السماوة بسين مهملة مفتوحة فميم مخففة: بادية لبنى كلب عند الكوفة (۲۰۱)

۸۔ معنوی وضاحت میں آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

الأحسن: المراد به: المستجمع صفات الكمال (۲۰۲) قال تعالىٰ: ومن احسن قولا ممن دعا الى الله (۲۰۳)

۹۔ معنوی وضاحت میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

الأجود روى الشيخان عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله ﷺ اجود الناس (۲۰۴)

۱۰۔ معنوی وضاحت میں ائمہ وعلماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال الشيخ رحمه الله تعالىٰ: احاد فى العربية بضم الهمزة: اسم عدد معدول عن واحد واحد (۲۰۵)

۱۱۔ معنوی وضاحت میں علمائے لغت اور کتب مختلفہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال الزجاج: الصالح الذى يؤدى الى الله ما افترضه عليه والى الناس حقوقهم، وقال فى المطالع: الصالح القيم بما يلزمه من الحقوق (۲۰۶)

۱۲۔ معنوی وضاحت کی اعرابی وضاحت اور ترکیب نحوی کرتے ہیں۔ مثلاً:

موكب جبريل: بتثليث الباء الفتح بتقدير أنظر، والجر بدل من الغبار،

والضم خبر مبتدأ محذوف تقديره هذا موكب جبريل (۲۰۷)

۱۳۔معنوی وضاحت میں بعض اوقات لفظ کا متضاد ذکر کرتے ہیں۔مثلاً:

الحفيظ: فعيل من الحفظ وهو صون الشيئ عن الزوال فان كان فى الذهن فضده النسيان. اوفى الخارج فضده التضييع (۲۰۸)

شرح غریب کا اسلوب

۱۔ابواب کے بعد تفسیر الغریب/شرح الغریب ماتقدم وغیرہ کے الفاظ کے عنوان کے تحت مشکل الفاظ کی تشریح وتوضیح کرتے ہیں۔بعض اوقات حدیث واثر کے بعد ہی اثنائے عبارت غریب الفاظ کی وضاحت کردیتے ہیں۔مثلاً:

المازمين: تثنية مأزم بالهمزة والزاى: المضيق فى الجبال (۲۰۹)

۲۔غریب الفاظ کے لغوی معانی کی وضاحت کرتے ہیں اور مراجع کا ذکر کرتے ہیں۔مثلاً:

اعتاف: قال فى النهاية العيافة: زجر الطير والطفاؤل باسمائها واصواتها وممرها (۲۱۰)

۳۔شرح غریب میں معنوی تصحیح بھی فرماتے ہیں۔مثلاً:

الكاف: بتشديد الفاء. قال ابن عساكر: قيل معناه الذى ارسل الى الناس كافة. وهذا ليس بصحيح لان كافة لا يتصرف منه فعل فيكون اسم فاعل. وانما معناه الذى كف الناس عن المعاصى (۲۱۱)

۴۔تفسیر الغریب میں اقوالِ سلف بھی لاتے ہیں۔مثلاً:

ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا(۲۱۲)ويدل على ان المراد بالبيت، بيت العبادة لا مطلق البيوت وقد ورد ذالك صريحا عن على رضى الله تعالىٰ عنه اخرجه اسحاق بن راهوية، وابن ابى حاتم باسناد صحيح عنه (۲۱۳)

۵۔لفظ کے ممکنہ مختلف معانی بیان کرتے ہیں۔مثلاً:

الأواه: قد اختلف فى معنى الاواه على اقوال حاصلها: انه الخاشع المتضرع فى الدعا المؤمن التواب، والموقن المنيب الحفيظ بلا ذنب، المسبح المستغفر بلا خطاء (۲۱۴)

۶۔شرح غریب میں لفظ کا مرادی معنیٰ بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً:

قوله: فغط بضم الغين المعجمة على الصواب، والمراد بالشيطان هنا المتمرد من الجن (۲۱۵)

۷۔لفظ کی معنوی کیفیت خوب واضح کرتے ہیں۔مثلاً:

الاعتجار بالعمامة: هو ان يلفها على الرأس، ويرد طرفها على وجهه ولا يعمل منها شيئا تحت ذقنه (۲۱۶)

۸۔شرحِ غرائب میں لفظ کی مختلف لغات بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً:

ومن صالب: اى من صلب يقال صُلْب وصُلُب وصَالِب ثلاث لغات (۲۱۷)

۹۔لفظ کا تلفظ واضح کرنے کے لئے حرکات وسکنات کی وضاحت کے علاوہ لفظ کا معروف وزن بھی لاتے ہیں۔مثلاً:

دِجلة بكسر الدال المهملة: نهر بغداد الايوان: بوزن الديوان (۲۱۸)

۱۰۔اعرابی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

سبل الرشاد: طرقه وهو مجرور عطفا على ما قبله (۲۱۹)

۱۱۔لفظ کی شرح میں صرفی قواعد کا ذکر بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الاحد: اصله: وَحِدَ بفتح بالحاء وبكسر ها ايضا، فأبدلت الواو المفتوحة همزة شذوذا، لأن قياس المفتوحة اول الكلمة ان تبقى على حالها (۲۲۰)

۱۲۔لفظ کی شرح میں کبھی نحوی قواعد کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الاول: وهو هنا غير مصروف لكونه جعل علما له ﷺ ولوزن الفعل (۲۲۱)

۱۳۔لفظی وضاحت میں صرفی باب کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الحليم: وهو اسم فاعل من حَلُمَ بالضم ككريم من كَرُمَ (۲۲۲)

۱۴۔شرحِ غریب میں (سیاق کلام میں وارد ہونے والی) ضمیر کا مرجع بھی واضح کرتے ہیں۔مثلاً:

وقول سيدنا العباس (من قبلها) الضمير فيه اما للدنيا، او للنبوة، او للولادة (۲۲۳)

۱۵۔شرح الغریب میں واحد جمع کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الشرفات: بضم الراء وفتحها وسكونها جمع شرفة (۲۲۴)

۱۶۔کبھی لفظ کے تذکیر وتانیث کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

غرآء: تانيث (۲۲۵) قال فى الصحاح: الاذن مؤنثة وتصغيرها أذينة (۲۲۶)

سیرتِ شامی کے اسالیب کا دیگر کتبِ سیرت سے موازنہ

۱۔ اسالیبِ سیرت ابن ھشام

۱۔ علامہ ابن ہشام سیرت کے واقعات کو تسلسل اور ترتیب سے بیان کرتے ہیں۔

۲۔ مکی دور کے واقعات کو آں حضرت ﷺ کی عمر کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ جس سے تاریخی اسلوب جھلکتا نظر آتا ہے مثلاً:

ان عبد المطلب توفی ورسول الله ﷺ ابن ثمانی سنین (۲۲۷) قال ابن اسحاق: فلمابلغ رسول الله ﷺ خمسا وثلاثین سنة، اجتمعت قریش لبنیان الکعبة (۲۲۸)

۳۔ مدنی دور کے واقعات کو سنین کے لحاظ سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

ذکر یوم الرجیع فی سنة ثلاث (۲۲۹) امر اجلاء بنی النضیر فی سنة أربع (۲۳۰)

۴۔ سیر و مغازی کے بیان میں قرآنی آیات سے تائید حاصل کرتے ہیں، نیز آیات کی تشریح و توضیح بھی کرتے ہیں۔

۵۔ کلام کا آغاز عموماً قال ابن اسحاق کے الفاظ سے کرتے ہیں اور اپنے کلام سے پہلے قال ابن ھشام کے الفاظ لاتے ہیں۔

۶۔ ابن اسحاق کی مذکور عبارت سے متعلق کسی لفظ کی توضیح یا تصحیح قال ابن ھشام کے الفاظ کے بعد لاتے ہیں۔ مثلاً:

قال ابن ھشام: والتمس لرسول الله ﷺ الرضعا قال ابن ھشام: المراضع (۲۳۱) وفی کتاب الله وحرمنا علیه المراضع (۲۳۲) قال ابن اسحاق: وما فی سارفنا ما یغذیه. قال ابن ھشام: ویقال یغذیه (۲۳۳)

۷۔ سیرت کے عنوان کے ماتحت "ابن اسحاق" کے حوالے سے سند لاتے ہیں۔ بعد میں اس کے ماتحت واقعات سیرت بیان کرتے ہیں۔

۸۔ ابن ہشام، ابن اسحاق کے علاوہ اپنی سند سے بھی احادیث وارد کرتے ہیں۔

۹۔ کبھی ابن اسحاق کے حوالے سے بغیر سند روایت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال ابن اسحاق: وحدثت عن ابن عباس، انه قال (۲۳۴)

۱۰۔ابن اسحاق مبہم راویوں سے بھی روایت لے آتے ہیں۔مثلاً:

قال ابن اسحاق: فحدثنی من یسوق الاحادیث عن الاعاجم فیما توارثوا من علمه (۲۳۵)

۱۱۔حضور ﷺ سے متعلقہ افراد کا نسب بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً:

نسب حلیمة: ونسب ابیها (۲۳۶)

۱۲۔ابن اسحاق کے رواۃ میں سے جہاں ضروری ہو، روای کا تعارف (بیان نسب وغیرہ کی صورت میں) پیش کرتے ہیں۔مثلاً:

قال ابن اسحاق: فزعم لی محمد بن سعید بن المسیب انه اشار برأسه قال ابن هشام: والمسیب بن حزن بن ابی وهب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم (۲۳۷)

۱۳۔ابن اسحاق کے بیان شدہ کسی نسب میں جہاں کمی بیشی ہو اس کی تصحیح کرتے ہیں۔مثلاً حضرت عبداللہ (رسول اللہ ﷺ کے والد) اور ابو طالب کی والدہ کا نسب ابن اسحاق یوں بیان کرتے ہیں:

أمهما فاطمة بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم. قال ابن هشام: عائذ بن عمران بن مخزوم (۲۳۸)

۱۴۔ابن اسحاق کے بیان شدہ ''اعلام الرجال'' کی مزید توضیح کرتے ہیں۔مثلاً:

قال ابن اسحاق: ان ذاالقرنین کان رجلا من اهل مصر. اسمه مرزبان بن مرزبة الیونانی، قال ابن هشام: واسمه الا سکندر، وهو الذی بنی الاسکندریة فنسبت الیه (۲۳۹)

۱۵۔رجال کے تعارف میں اشعار عرب کا حوالہ دیتے ہیں۔مثلاً:

قال ابن اسحاق: وابو وهب خال ابی رسول الله ﷺ کان شریفاً، وله یقول شاعر من العرب (۲۴۰)

۱۶۔آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۷۔آیات کی تفسیر کرتے ہوئے متن قرآن کے سیاق کے درمیان الفاظ اور جملوں کی تفسیر وتوضیح پیش کرتے ہیں، نیز ضمائر کے مراجع کا ذکر بھی کرتے ہیں۔مثلاً:

الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتاب (۲۴۱) یعنی محمدا ﷺ انك

رسول منی (۲۴۲)

۱۸۔ مشکل الفاظ کی جمع لاتے ہیں اور معانی بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال ابن ھشام: والرقیم: الکتاب الذی رقم فیه بخبر ھم وجمعه رُقُم (۲۴۳)

۱۹۔ شرح الفاظ میں آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال ابن ھشام: والنادی: المجلس الذی یجتمع فیه القوم ویقضون فیه امورھم، وفی کتاب اللہ تعالیٰ وتاتون فی نادیکم المنکر (۲۴۴) وھو الندی (۲۴۵)

۲۰۔ بعثت نبوی سے پہلے کی روایات کے بارے فیما یزعمون کے الفاظ لاکر ان کی صحت کی ذمے داری قبول نہیں کرتے۔

۲۔ اسالیبِ دلائل النبوۃ

۱۔ ابونعیم الاصبہانی نے اپنی کتاب کو نبی پاک ﷺ کے اوصاف وکمالات اور معجزات کے لحاظ سے فصول پر ترتیب دیا ہے اور پینتیس فصلیں قائم کی ہیں۔

۲۔ کمالِ نبوت کے دلائل میں سب سے پہلے ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو قرآنِ مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔

۳۔ احادیث وآثار کو اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۴۔ احادیث وآثار کو آپ ﷺ کی نبوت اور کمال وفضائل پر دلیل لاتے ہیں۔

۵۔ بعض اوقات رواۃ میں سے کسی راوی کا خاندانی (قبائلی) تعارف بھی ضمنی طور پر لاتے ہیں۔ مثلاً:

قالا حدثنا ابو ایوب عمران البجلی زعم انه من آل جریر (۲۴۶)

۶۔ بعض اوقات کسی راوی کی عمر کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال حدثنی مخزوم بن ھانی المخزومی عن ابیه وأتت له من عمرہ خمسون ومأۃ سنة (۲۴۷)

۳۔ اسالیبِ زاد المعاد

۱۔ بعض اوقات حدیث بیان کرتے ہوئے ماٴخذ کے ساتھ حدیث کے متن کی طرف سے راوی اول بھی بیان کرتے ہیں۔

۲۔ بیانِ حدیث کے بعد اس سے مستنبط شدہ مسئلہ بھی بیان کرتے ہیں۔

۳۔ بعض اوقات حدیث کا ماٴخذ ذکر کرتے ہیں مگر پوری حدیث ذکر نہیں کرتے۔ مثلاً انبیاء اور

رسولوں کی تعداد جس حدیث سے اخذ کی ہے اس کے مأخذ کی نشان دہی کی ہے مگر حدیث بیان نہیں کی۔

وھم مأۃ الف واربعۃ وعشرون الفا، واختیارہ الرسل منھم، وھم ثلاث مأۃ وثلاثۃ عشر، علی مافی حدیث ابی ذر الذی رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ (۲۴۸)

۴۔ اکثر اوقات روای اور مصادر و مراجع کے بغیر احادیث نقل کرتے ہیں۔ مثلاً:

انا محمد وانا احمد وانا الماحی (۲۴۹) وقال: ان بھا ملکا لایظلم الناس عندہ (۲۵۰)

۵۔ بیانِ سیرت میں بھی مآخذ و مصادر کا ذکر نہیں کرتے۔

۶۔ عموماً پہلے مسئلہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ثبوت میں دلائل ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کو مکہ میں مبعوث فرمایا کیوں کہ یہ بلدِ حرام اور خیر و شرف والا مقام ہے۔ بعدۂ اس کے فضائل میں آیات واحادیث ذکر کریں۔ (۲۵۱)

۷۔ تشریح و توضیح میں اقوال فقہا بھی کرتے ہیں۔

۸۔ اکثر مقامات پر تشریح میں اپنے شیخ ابن تیمیہ سے ساعت شدہ قول نقل کرتے ہیں۔

۹۔ مسائل کے ضمن میں سیرت بیان کرتے ہیں۔

۱۰۔ سیرت سے متعلقہ اختلافی روایات کو بیان کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد کے وقت حضور ﷺ کی عمر کے بارے نقل کرتے ہیں۔

وقیل: تزوجھا ولہ ثلاثون سنۃ. وقیل: احدیٰ وعشرون سنۃ (۲۵۲)

۱۱۔ ممکنہ سوال کا جواب بھی دیتے ہیں اور اقوال مختلفہ میں تطبیق بھی کرتے ہیں۔

۱۲۔ بیانِ سیرت میں اختلافی روایات تو نقل کرتے ہیں مگر ہر موقف کے دلائل ذکر نہیں کرتے، بل کہ اپنے فکری رجحان والے موقف پر دلیل لاتے ہیں اور باقی کا رد کرتے ہیں۔

۱۳۔ فقہی انداز میں روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ پہلے یایھا المدثر والی آیات نازل ہوئیں۔ اس بارے میں لکھتے ہیں:

والصحیح قول عائشۃ لوجوہ: احدھا: ان قولہ ﷺ ماانا بقاری صریح فی انہ لم یقرأ قبل ذالک شیأ الثانی: الامر بالقرأۃ فی الترتیب قبل الامر

بالانذار فانه اذا قرأ فی نفسه، انذر بما قرأه، فامره بالقرأة اولا ثم بالانذار بما قرأه ثانیا الثالث: ان حدیث جابر، وقوله: اول مانزل من القرآن یاایها المدثر قول، وعائشة اخبرت عن خبره ﷺ عن نفسه بذالك (۲۵۳)

۴۔اسالیب السیرۃ النبوۃ لابن کثیر

۱۔احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۲۔احادیث کے مصادر و مراجع کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

۳۔روایات میں الفاظ کی کمی بیشی کی وضاحت کرتے ہیں۔

۴۔ایک موضوع سے متعلقہ احادیث و روایات کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں۔

۵۔اقوال مختلفہ کو مع مصادر و مراجع بیان کرتے ہیں۔

۶۔ضعیف اور راجح اقوال کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً:

وابعد بل اخطاء من قال: ولد یوم الجمعة لسبع عشرة خلت من ربیع الاول (۲۵۴)

ولبعد الله بن عبد المطلب یوم توفی خمس وعشرون سنة. قال الواقدی: هذا هو أثبت الا قاویل فی وفاة عبد الله (۲۵۵)

۷۔اقسام حدیث میں سے، حدیث کے درجے کو بیان کرتے ہیں۔

جبریل کے ختنے کرنے والی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا غریب جدا (۲۵۶)

۸۔روایت پر نقد بھی کرتے ہیں۔ مثلاً روایت کیا جاتا ہے کہ نبی پاک ﷺ سے ''سطیح'' کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نبی تھا جسے اس کی قوم نے ضائع کر دیا، لکھتے ہیں:

قلت: اما هذا الحدیث فلا اصل له فی شیئ من کتب الاسلام المعهودة ولم أره باسناد اصلا، ویروی مثله فی خبر خالد بن سنان العبسی ولا یصح ایضا (۲۵۷)

۵۔اسالیب امتاع الاسماع

''امتاع الاسماع'' جلد ایک کے آغاز سے جلد دوم کے صفحہ ۱۳۲ تک حضور ﷺ کی ولادت سے وصال مبارک تک کا اجمالی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد آں حضرت ﷺ کی صفات وغیرہ کے تذکرے میں جو تحقیقی اسالیب اختیار کئے گئے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ صفاتِ نبوی بیان کرتے ہیں پھر ان احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔

۲۔ تخریج حدیث میں اس کے طرقِ مختلفہ کو بیان کرتے ہیں، نیز اس کا درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً اسمائے نبوی والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وذکرہ الحاکم فی المستدرك وقال حدیث صحیح علی شرط الشیخین (۲۵۸)

۳۔ تخریج میں حدیث کے متعدد مراجع کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: بخاری و مسلم سے حدیث کی تخریج کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ذکرہ البخاری فی کتاب الخمس وفی کتاب الادب (۲۵۹)

۴۔ بیانِ حدیث و سیرت میں مراجع کے ساتھ سند بھی ذکر کرتے ہیں۔

۵۔ مراجع کے ذکر کے ساتھ، سیرت کا بیان اپنے الفاظ اور انداز میں کرتے ہیں۔

۶۔ غیر معتبر روایات کا رد بھی کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقد کے وقت اپنے باپ کو شراب پلا کر شادی کے لئے رضامندی حاصل کی۔ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد رد هذا القول بان اباها توفی قبل الفجار (۲۶۰)

۷۔ اقوالِ مختلفہ میں اہل علم کے ہاں جو قول صحیح ہو، اسے بیان کرتے ہیں۔

۸۔ قولِ ضعیف کے مقابلے میں ثقہ علماء سے دلیل لاتے ہیں اور قول راجح کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

قال ابن شهاب: بعث علی رأس خمس عشرة سنة من بنیان الکعبة. فکان بین مبعثه وبین الفیل سبعون سنة (۲۶۱) قال ابراهیم بن منذر: هذا وهم لا یشك فیه احد من علمائنا، وذالك ان رسول الله ﷺ ولد عام الفیل لا یختلفون فی ذالك (۲۶۲)

۹۔ اگر کسی مسئلے میں اختلافی روایات سے متعلق اپنا نقطۂ نظر واضح کرنا ہو تو تتمۃ مفیدۃ کے تحت بیان کرتے ہیں۔

۱۰۔ ''قیل'' کے ساتھ اقوالِ مختلفہ بیان کرتے ہیں۔

۱۱۔ اقوالِ مختلفہ کے بیان میں عموماً قائلین کے ناموں کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

وقد اختلف فی فتح مکة: فقال الا وزاعی ومالك وابو حنیفة: انها فتحت عنوة ثم امن اهلها. وقال مجاهد والشافعی: فتحت صلحا بامان عقده (۲۶۳)

۱۲۔ بیانِ سیر میں لفظ ''فصل'' سے عنوان کا آغاز کرتے ہیں، نیز ضمنی مباحث کو اسی فصل کے ماتحت

نقل کرتے ہیں۔

۱۳۔ موضوع سے متعلق اضافی مواد کو ''تنبیہ مفید/ تنبیہ وارشاد'' کے عنوانات کے ماتحت لاتے ہیں۔

۱۴۔ تنبیہات میں سابقہ روایات پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات یا ان سے مستنبط شدہ مسائل بیان کرتے ہیں

۱۵۔ بیانِ سیرت میں کسی مسئلے کی وضاحت کے لئے ''ایضاح وتبیان'' کا عنوان قائم کرتے ہیں۔

۱۶۔ حدیث وسیرت کے ضمن میں تفسیر کے طور پر وارد شدہ اقوالِ صحابہ کی تصریح وتوضیح کرتے ہیں۔

۱۷۔ کتب استفادہ سے اختصار کے ساتھ مطلوبہ مواد اخذ کرتے ہیں۔

۱۸۔ بعض مقامات پر اعلام الرجال کا مختصر ترجمہ بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً:

ابو جهل: عمرو بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم بن يقظة بن مرة (۲۶۴)

۱۹۔ بعض اوقات الفاظ کے حرکات وسکنات اور تلفظ کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

زِنِّيْرَةُ: بكسر الزاى وتشديد النون مع كسرها على وزن فِعِّيلة، وقيل: بفتح الزاى وسكون النون ثم باء مؤحدة مفتوحة (۲۶۵)

۲۰۔ بعض اوقات مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

فالممغط: الذى ليس بالبائن الطويل. ولا القصير (۲۶۶)

۲۱۔ معنوی وضاحت میں اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔

۲۲۔ الفاظ کی لغوی تشریح میں علماء لغت سے استفادہ کرتے ہیں۔

۲۳۔ بعض اوقات مراجع کے بیان میں مؤلف اور تالیف دونوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۶۔ اسالیبِ السیرۃ الحلبیۃ

۱۔ امام حلبی سیرت شامیہ اور عیون الاثر کی جب اصل عبارت لاتے ہیں تو اسے قوسین کے مابین لاتے ہیں۔

۲۔ بعض اوقات مذکورہ کتب سے اخذ واستفادے کی وضاحت ''وفی السیرۃ الشامیۃ، قال، أی'' جیسے الفاظ سے کرتے ہیں۔ اس صورت میں قوسین نہیں لاتے۔

۳۔ اخذِ قلیل کے لئے قال اور اخذِ کثیر کے لئے ای کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ عیون الاثر سے اخذ واستفادے کے لئے قال فی الاصل/ ذکر فی الاصل جیسے الفاظ

استعمال کرتے ہیں۔

۵۔سیرت شامیہ اور عیون الاثر پر اضافے کے وقت أقول اور واللہ اعلم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۶۔روایاتِ سیرت کی مناسبت سے شرف الدین البوصیری کے القصیدۃ الہمزیۃ امام سبکی کے ابیات تائیۃ اور صاحب عیون الاثر کے مجموعۂ قصائد بشری اللبیب بذکری الحبیب سے اشعار بھی لاتے ہیں۔

۷۔احادیث کے قوت وضعف کو بھی واضح کرتے ہیں۔

۸۔اقوال مختلفہ کے مابین تطبیق کرتے ہیں۔

۹۔روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد، قول کی وضاحت کرتے ہیں۔مثلاً حضور ﷺ کے فرمان انا ابن الذبیحین (۲۶۷) کے بارے اختلاف بیان کرتے ہیں کہ ذبیح سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام۔دلائل کے بعد لکھتے ہیں:

ولی رسالة فی ذالك سمیتها "القول الملیح فی تعیین الذبیح" رجحت فیها القول بان الذبیح اسماعیل جوابا عن سوال رفعه الی بعض الفضلاء (۲۶۸)

۱۰۔حدیث کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔مثلاً حضور ﷺ کا فرمان: اللہ ابوبکر پر رحم کرے کہ اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی، مجھے دار الہجرت کی طرف اٹھا کر لائے، غار میں میرے صاحب رہے اور اپنے مال سے (حضرت) بلال کو آزاد کرایا۔اس کے بعد لکھتے ہیں:

قال: وهذا حدیث غریب والله اعلم (۲۶۹)

۱۱۔بعض الفاظ کے معانی کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

۱۲۔معانی کی وضاحت کے لئے عرب کے محاورات کو بہ طور استشہاد لاتے ہیں۔مثلاً: ''لا تذم'' کے معنیٰ کی وضاحت میں لکھتے ہیں :من قولهم: بئر ذمة ای قلیلة الماء (۲۷۰)

۱۳۔اعلام الرجال کا تعارف پیش کرتے ہیں۔مثلاً:

عبدالمطلب: ویدعی شیبة الحمد بکثرة حمد الناس له فکان شریف قریش وسیدها کما لا وفعالا من غیر مدافع (۲۷۱)

۷۔اسالیب شرح الزرقانی

ہر صفحے کے اوپر جلی خط میں المواہب اللدنیۃ کی عبارت ہے اور نیچے خفی خط میں زرقانی کی شرح دی گئی ہے اور دونوں کے مابین خط کو فاصل بنایا گیا ہے۔دیگر اسالیب درج ذیل ہیں۔

۱۔ شرح کے الفاظ کی بہ نسبت قوسین کے درمیان دیے گئے متن کو جلی حروف میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ علامہ زرقانی قوسین کے درمیان پہلے متن کو بیان کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اس کی شرح کرتے ہیں۔

۳۔ المواہب کی ذکر کردہ روایت کے علاوہ اگر کوئی مزید روایات اسی موضوع سے متعلقہ ہوں تو ذکر کرتے ہیں مثلاً: لما کان فی شھر ربیع الاول، اوالآخر او رجب او رمضان او شوال، اقوال خمسة (۲۷۲)

۴۔ المواہب کے متن کی ممکنہ حد تک تخریج بھی کرتے ہیں یعنی روایات کے مآخذ ذکر کرتے ہیں۔

۵۔ المواہب کے مآخذ ومراجع کے مؤلفین کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

۶۔ روایاتِ سیرت میں وارد ہونے والے اسما کے حالات درج کرتے ہیں۔

۷۔ روایات میں الفاظ کی کمی بیشی یا اختلاف کی وضاحت کرتے ہیں۔

۸۔ فقہی روایات میں مسائل کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا موقف ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے، جب کہ احناف کا موقف ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ (۲۷۳) نیز امام شافعی کا موقف ہے کہ فقط مٹی کے ساتھ تیمّم جائز ہے جب کہ دیگر ائمہ ثلاثہ الارض کلھا سے استدلال کرتے ہوئے زمین کے تمام اجزا سے تیمّم کے جائز ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ (۲۷۴)

۹۔ اعلام کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۰۔ ''المواہب'' میں واردشدہ اشعار کی تشریح کرتے ہیں۔

۱۱۔ علامہ زرقانی بعض مقامات پر لفظ تنبیہ لا کر المواہب کی عبارت سے جو مستفاد ہوتا ہے اسے بیان کرتے ہیں۔

اسالیب کتبِ سیرت کا تقابلی جائزہ

جب سیرت شامیہ کے اسالیب کا اس سے مقدم کتبِ سیرت سے تقابل کیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیرت شامیہ ان کتب کے جملہ اسالیب کی حامل ہے بل کہ ان سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح سیرت شامیہ سے زمانی اعتبار سے مؤخر کتبِ سیرت میں، اس میں پائے جانے والے اسالیب کی مشابہت موجود ہے۔ گویا امام شامی نے جس طرح اسلاف کی کتب سیرت کے اسالیب ومواد کو یک جا کر کے اسے سیرت کا عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا بنا دیا، اسی طرح آپ اپنے جامع اسالیب اور وسعت معلومات

کی بہ دولت مابعد مؤلفین و مصنفینِ کتبِ سیرت پر بھی اثر انداز ہوئے۔

امام شامی کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو شرحِ غریب ہے۔ تفسیر الغریب کا جو اہتمام سیرتِ شامیہ میں ہے، اس سے ماقبل کتبِ سیرت میں نظر آتا ہے، نہ مابعد میں۔ شرحِ غریب الحدیث، حدیث کے مختلف فنون میں سے ایک اہم فن ہے۔ علامہ اعظمی اس فن کی اہمیت پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

فأن انواع علوم الحديث، كما قال الحازمى، كثيرة تبلغ مأة، كل نوع منها علم مستقل ومن اهم انواعه: علم غريب الحديث، ويعنون به ما وقع فى متن الحديث من لفظة غامضة بعيدة من الفهم لقلة استعمالها، وهو كما قال النووى: فن مهم يقبح جهله باهل الحديث، والخوض فيه صعب، حقيق بالتحرى، جدير بالتوقى، وكان السلف يتثبتون فيه اشد تثبت، فقد روينا عن احمد (بن حنبل) انه سئل عن حرف منه فقال: سلوا اصحاب الغريب، فانى اكره أن أتكلم فى قول رسول الله ﷺ بالظن (۲۷۵)

جیسا کہ حازمی نے کہا: علم حدیث کی اقسام سو سے زائد ہیں۔ ہر قسم ایک مستقل فن (علم) ہے۔ ان انواع میں سے سب سے اہم نوع علم غریب الحدیث ہے۔ اس سے مراد متنِ حدیث میں واقع ہونے والے وہ الفاظ ہیں جو قلتِ استعمال کی وجہ سے گہرے اور فہم سے دور ہوتے ہیں۔ امام نووی نے (اس کے بارے) کہا ہے کہ یہ ایک ایسا اہم فن ہے کہ اصحابِ حدیث کی اس سے لاعلمی ایک عیب ہے۔ اس میں (اپنی مرضی سے) گفتگو مشکل ہے۔ یہ غور و فکر اور بچنے کے لائق ہے۔ اسلاف اس میں خوب چھان بین کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے بارے منقول ہے کہ آپ سے ایک حرف کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اصحاب الغریب سے پوچھو! میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں ظن (گمان) سے کلام کرنا پسند نہیں کرتا۔

حوالہ جات

۱۔ الزرکلی (خیر الدین) الاعلام: ۷/ ۱۵۵/
عادل نویہض، معجم المفسرین: ۲/ ۶۵۷
۲۔ الکتانی (عبدالحی بن عبدالکبیر) فہرس الفہارس:
۲/۱۰۶۳
۳۔ الفتیح: ۱۰
۴۔ محمد ابو الفضل ابراہیم، مقدمۃ بغیۃ الوعاۃ: ۹
۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۱/ ۵۳۷
۶۔ بدیع السید اللحام: ۲۰۴
۷۔ الکتانی، فہرس الفہارس: ۲/۱۰۶۲
۸۔ الشامی، الصالحی (محمد بن یوسف) (م ۹۴۲ھ)
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱/ ۲۵۱
۹۔ الشامی: ۱/ ۵۲۶
۱۰۔ ابن ایاس (محمد) (م ۹۳۰ھ) بدائع الزہور
فی وقائع الدہور: ۲/ ۸۰
۱۱۔ الشعرانی (عبدالوہاب بن احمد) (م ۹۷۳ھ)
الطبقات الصغریٰ: ۶۵
۱۲۔ الشعرانی: ۵۶
۱۳۔ الہیتمی (احمد بن حجر) الخیرات الحسان فی
مناقب ابی حنیفۃ النعمان: ۱۰
۱۴۔ الکتانی، فہرس الفہارس: ۲/۱۰۶۲
۱۵۔ الکتانی، فہرس الفہارس: ۲/۱۰۶۲
۱۶۔ الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ: ۱۶۲، ۱۲۵
۱۷۔ عادل نویہض: ۲/ ۶۵۷
۱۸۔ کحالۃ: ۱۲/ ۱۳۱
۱۹۔ احمد عطیۃ اللہ: ۴/ ۱۴۵
۲۰۔ البغدادی (اسماعیل باشا) ہدیۃ العارفین: ۲/ ۲۳۶
۲۱۔ عبدالقیوم، مقالہ: السخاوی۔ اردو دائرہ معارف
اسلامیہ: ۱۰/ ۷۵۹
۲۲۔ السخاوی: ۳/ ۱۲
۲۳۔ الشعرانی: ۶۵
۲۴۔ الشعرانی: ۶۶۔ عرقیہ وہ اضافی کپڑا ہے جو سر پر عمامے
کے نیچے پہنا جاتا ہے تاکہ پسینہ چوس لے۔
۲۵۔ الشعرانی: ۶۵
۲۶۔ النور: ۳۰
۲۷۔ الشعرانی: ۶۶
۲۸۔ الفرقان: ۶۴
۲۹۔ الشعرانی: ۶۶
۳۰۔ الشعرانی: ۶۵
۳۱۔ الہیتمی: ۱۰
۳۲۔ الشعرانی: ۶۵
۳۳۔ الشعرانی: ۶۵
۳۴۔ الشعرانی: ۶۵
۳۵۔ الفتیح: ۱۳
۳۶۔ ابن العماد (عبدالحی) (م ۱۰۸۹ھ) شذرات
الذہب فی اخبار من ذہب: ۷/ ۲۵۰
۳۷۔ حاجی خلیفۃ: ۲۰۴
۳۸۔ الفتیح: ۱۳
۳۹۔ البغدادی: ۲/ ۲۳۶
۴۰۔ الفتیح: ۱۶
۴۱۔ الشامی: ۱/ ۲۵۰
۴۲۔ تفتازانی (سعدالدین) شرح العقائد النسفیۃ: ۱۱۵، ۱۱۴
۴۳۔ الشامی: ۱۲/ ۴۵۹
۴۴۔ الشامی: ۱۲/ ۴۶۴
۴۵۔ تفتازانی: ۱۰۰
۴۶۔ الشامی: ۱۲/ ۴۵۲
۴۷۔ تفتازانی: ۱۴۳

۴۸۔ الشامی: ۳/ ۷۹
۴۹۔ الشامی: ۳/ ۷۹
۵۰۔ الشامی: ۳/ ۷۹
۵۱۔ الشامی: ۳/ ۷۴
۵۲۔ الشامی: ۳/ ۵۷
۵۳۔ الشامی: ۳/ ۶۴
۵۴۔ الشامی: ۳/ ۱۱۶
۵۵۔ الاعراف: ۱۴۳
۵۶۔ تفتازانی: ۷۲
۵۷۔ السالمی: ۱۴۳
۵۸۔ الشامی: ۳/ ۵۵
۵۹۔ تفتازانی: ۱۶۳
۶۰۔ تفتازانی: ۱۶۴
۶۱۔ الشامی: ۸/ ۵۴
۶۲۔ الشامی: ۸/ ۵۶
۶۳۔ الشامی: ۸/ ۵۰
۶۴۔ حاجی خلیفۃ: ۲۰۴
۶۵۔ الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ: ۱۶۲
۶۶۔ المنجد: ۸۷
۶۷۔ عادل نویہض: ۲/ ۶۵۷
۶۸۔ الزرکلی: ۷/ ۱۵۵
۶۹۔ حاجی خلیفہ: ۷
۷۰۔ ابن العماد: ۷/ ۲۵۱۔ الجامع الوجیز الخادم للغات القرآن العزیز
۷۱۔ الشامی: ۱/ ۴۳۳
۷۲۔ الشامی: ۱/ ۴۸۵
۷۳۔ الشامی: ۱/ ۳۲۲
۷۴۔ ابن العماد: ۷/ ۲۵۱۔ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان
۷۵۔ الشامی (محمد بن یوسف) عقود الجمان: ۲/ ۴۱۲
۷۶۔ حاجی خلیفہ: ۲۰۴
۷۷۔ ابن العماد: ۷/ ۲۵۱
۷۸۔ المنجد: ۸۷
۷۹۔ الشامی: ۳/ ۳
۸۰۔ الزرکلی: ۷/ ۱۵۵/ البغدادی: ۲/ ۲۳۶
۸۱۔ الشامی: ۱/ ۴۵۸
۸۲۔ لفتیح اشیخ: ۱۳
۸۳۔ جرجی زیدان: ۲/ ۳۰۷
۸۴۔ ابن العماد: ۷/ ۲۵۱
۸۵۔ الشامی: ۱/ ۲۵۸
۸۶۔ الشامی: ۱/ ۲۵۸
۸۷۔ عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، مقدمۃ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱/ ۴۱، ۴۰
۸۸۔ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شلبی: ۱/ ۴۰
۸۹۔ عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض: ۱/ ۴۰
۹۰۔ احمد عبد الموجود، علی محمد معوض: ۱/ ۵
۹۱۔ الشامی: ۱/ ۴۰۰
۹۲۔ الشامی: ۱/ ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۶
۹۳۔ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شلبی: ۱/ ۲۴
۹۴۔ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شلبی: ۱/ ۸
۹۵۔ مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شلبی: ۱/ ۲۴
۹۶۔ شعیب ارنؤوط، عبد القادر ارنؤوط، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۱/ ۱۶، ۱۵
۹۷۔ شعیب ارنؤوط، عبد القادر ارنؤوط، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۱/ ۲۲، ۲۱
۹۸۔ مصطفیٰ عبد الواحد، مقدمۃ السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۱/ ۵، ۴
۹۹۔ مصطفیٰ عبد الواحد، مقدمۃ السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۱/ ۱۱، ۸
۱۰۰۔ التمیمی، عبد الحمید، امتاع الاسماع: ۱/ ۹
۱۰۱۔ التمیمی، عبد الحمید، امتاع الاسماع: ۱/ ۱۰ء

۱۰۲۔ التمیمی، عبدالحمید، امتاع الاسماع: ۱/۱۱، ۱۰
۱۰۳۔ C.Brockelmann، مقالہ: الحلبی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۸/۵۱۲
۱۰۴۔ الخالدی، عبد العزیز (ترجمۃ: القسطلانی) شرح الزرقانی: ۱/۳
۱۰۵۔ الغزی (محمد بن احمد) (م ۱۰۶۱ھ) الکواکب السائرۃ: ۱/۱۲۹، ۱۲۸
۱۰۶۔ الزرکلی: ۶/۱۸۴
۱۰۷۔ الکتانی، فہرس الفہارس: ۱/۳۴۲
۱۰۸۔ شاہ عبدالعزیز، عجالۂ نافعہ: ۱۵۲
۱۰۹۔ الشامی: ۱/۳
۱۱۰۔ الشامی: ۸/۱۹
۱۱۱۔ الشامی: ۱/۳۵۹
۱۱۲۔ الشامی: ۱/۴۰۲
۱۱۳۔ الشامی: ۱/۳۶۲ تا ۳۷۴
۱۱۴۔ الشامی: ۱/۱۹۸
۱۱۵۔ الشامی: ۱/۱۸۱
۱۱۶۔ الشامی: ۱/۱۸۲
۱۱۷۔ الشامی: ۱/۲۴۰
۱۱۸۔ الشامی: ۱/۴۰۰
۱۱۹۔ الشامی: ۸/۳
۱۲۰۔ الشامی: ۱/۴۲۰
۱۲۱۔ الشامی، ۵/۳۳
۱۲۲۔ الشامی، ۵/۵۷
۱۲۳۔ الشامی: ۵/۳
۱۲۴۔ الشامی: ۵/۳۸
۱۲۵۔ الشامی: ۵/۳۹
۱۲۶۔ الشامی: ۵/۳
۱۲۷۔ الشامی: ۵/۵۴
۱۲۸۔ الفتح: ۲۴
۱۲۹۔ الشامی: ۵/۴۹
۱۳۰۔ الشامی: ۵/۱۰
۱۳۱۔ الشامی: ۵/۱۱
۱۳۲۔ الشامی: ۵/۱۱
۱۳۳۔ الشامی: ۵/۱۱
۱۳۴۔ الشامی: ۱/۳۴۸
۱۳۵۔ الشامی: ۱/۳۴۷
۱۳۶۔ الشامی: ۵/۴۰۸، ۴۰۷
۱۳۷۔ الشامی: ۱/۳۳۷
۱۳۸۔ الفرقان: ۲۳
۱۳۹۔ الشامی: ۱/۳۷۶
۱۴۰۔ الشامی: ۵/۶۰
۱۴۱۔ الشامی: ۵/۶۰
۱۴۲۔ الشامی: ۸/۲۶۶
۱۴۳۔ الشامی: ۸/۲۶۶
۱۴۴۔ الشامی: ۸/۲۶۹
۱۴۵۔ الشامی: ۹/۴۳۵
۱۴۶۔ الشامی: ۹/۴۳۵
۱۴۷۔ الشامی: ۹/۴۳۵
۱۴۸۔ الشامی: ۹/۴۳۵
۱۴۹۔ الشامی: ۹/۴۳۶
۱۵۰۔ الشامی: ۹/۴۳۷
۱۵۱۔ الشامی: ۹/۴۳۷
۱۵۲۔ الشامی: ۱/۳۶۷
۱۵۳۔ الشامی: ۱/۲۰۷
۱۵۴۔ الشامی: ۱/۸۰
۱۵۵۔ الشامی: ۸/۴۴۷
۱۵۶۔ الشامی: ۸/۴۸۶
۱۵۷۔ الشامی: ۱/۴۱۹، ۴۱۸
۱۵۸۔ الشامی: ۱/۳۲۹
۱۵۹۔ الشامی: ۱/۲۲۳
۱۶۰۔ الشامی: ۵/۲۰

۱۶۱۔ الشامی:۵/۱۱
۱۶۲۔ الشامی:۵/۲۰
۱۶۳۔ الشامی:۱۲/۴۶۶
۱۶۴۔ الشامی:۱/۳۵۷
۱۶۵۔ الشامی:۱/۸۱
۱۶۶۔ الشامی:۱/۴۱۴
۱۶۷۔ الشامی:۱/۴۱۷
۱۶۸۔ الشامی:۱/۴۰۷
۱۶۹۔ الشامی:۱/۴۳۹
۱۷۰۔ الشامی:۱/۴۸۷
۱۷۱۔ الانعام:۱۳۵
۱۷۲۔ الشامی:۱/۴۸۵
۱۷۳۔ الشامی:۱/۴۸۵،۴۸۴
۱۷۴۔ الشامی:۱/۴۸۵
۱۷۵۔ الانبیاء:۱۰۷
۱۷۶۔ الشامی:۱/۴۶۴
۱۷۷۔ الشامی:۱/۵۳۴
۱۷۸۔ الشامی:۱/۴۶۳
۱۷۹۔ الشامی:۱/۴۵۱
۱۸۰۔ الشامی:۱/۴۳۸
۱۸۱۔ الشامی:۱/۴۷۳
۱۸۲۔ البینۃ:۱
۱۸۳۔ الشامی:۱/۴۴۱
۱۸۴۔ الشامی:۱/۴۶۸
۱۸۵۔ الشامی:۱/۴۷۵
۱۸۶۔ الشامی:۱/۴۷۶
۱۸۷۔ الشامی:۱/۴۶۵
۱۸۸۔ الشامی:۱/۴۹۲
۱۸۹۔ الشامی:۱/۵۲۲
۱۹۰۔ الشامی:۱/۵۰۹
۱۹۱۔ الشامی:۱/۴۴۶
۱۹۲۔ الشامی:۱/۴۵۱،۴۵۰
۱۹۳۔ الشامی:۱/۴۶۹
۱۹۴۔ الشامی:۵/۶۱
۱۹۵۔ الشامی:۵/۶۹
۱۹۶۔ الشامی:۱/۴۱۰
۱۹۷۔ الشامی:۱/۴۱۰
۱۹۸۔ الشامی:۱/۴۱۰
۱۹۹۔ الشامی:۱/۳۵۶
۲۰۰۔ الشامی:۵/۱۸
۲۰۱۔ الشامی:۱/۳۵۸
۲۰۲۔ الشامی:۱/۴۲۳
۲۰۳۔ حٰم السجدۃ:۳۳
۲۰۴۔ الشامی:۱/۴۲۲
۲۰۵۔ الشامی:۱/۴۲۳
۲۰۶۔ الشامی:۱/۴۸۱
۲۰۷۔ الشامی:۵/۲۲،۲۱
۲۰۸۔ الشامی:۱/۴۴۹
۲۰۹۔ الشامی:۱/۲۰۸
۲۱۰۔ الشامی:۱/۳۵۶
۲۱۱۔ الشامی:۱/۴۹۹
۲۱۲۔ آل عمران:۹۶
۲۱۳۔ الشامی:۱/۱۴۳
۲۱۴۔ الشامی:۱/۴۳۶
۲۱۵۔ الشامی:۱/۳۰۵
۲۱۶۔ الشامی:۵/۲۱
۲۱۷۔ الشامی:۱/۷۲
۲۱۸۔ الشامی:۱/۳۵۶
۲۱۹۔ الشامی:۱/۷۳
۲۲۰۔ الشامی:۱/۴۲۳
۲۲۱۔ الشامی:۱/۴۳۷
۲۲۲۔ الشامی:۱/۴۵۰

۲۲۳۔ الشامی: ۱/ ۲/ ۷
۲۲۴۔ الشامی: ۱/ ۳۵۷
۲۲۵۔ الشامی: ۱/ ۳۵۹
۲۲۶۔ الشامی: ۱/ ۴۲۷
۲۲۷۔ الشامی: ۱/ ۲۰۶
۲۲۸۔ الشامی: ۱/ ۲۲۹
۲۲۹۔ الشامی: ۳/ ۱۸۷
۲۳۰۔ الشامی: ۳/ ۲۱۰
۲۳۱۔ الشامی: ۱/ ۱۹۷
۲۳۲۔ القصص: ۱۲
۲۳۳۔ الشامی: ۱/ ۱۹۹
۲۳۴۔ الشامی: ۱/ ۳۴۵
۲۳۵۔ الشامی: ۱/ ۳۴۳
۲۳۶۔ الشامی: ۱/ ۱۹۷
۲۳۷۔ الشامی: ۱/ ۲۱۰، ۲۱۱
۲۳۸۔ الشامی: ۱/ ۲۱۶
۲۳۹۔ الشامی: ۱/ ۳۴۳، ۳۴۴
۲۴۰۔ الشامی: ۱/ ۲۳۱
۲۴۱۔ الکہف: ۱
۲۴۲۔ الشامی: ۱/ ۳۳۹
۲۴۳۔ الشامی: ۱/ ۳۴۰
۲۴۴۔ العنکبوت: ۲۹
۲۴۵۔ الشامی: ۱/ ۳۴۸
۲۴۶۔ الاصبہانی (احمد بن عبد اللہ) (م ۴۳۰ ھ) دلائل النبوۃ: ۹۶
۲۴۷۔ الاصبہانی: ۹۷، ۹۶
۲۴۸۔ الجوزیۃ، ابن قیم (محمد بن ابی بکر) (م ۷۵۱ ھ) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۱/ ۴۳
۲۴۹۔ ابن قیم الجوزیۃ: ۱/ ۸۸
۲۵۰۔ ابن قیم الجوزیۃ: ۱/ ۹۷
۲۵۱۔ ابن قیم الجوزیۃ: ۱/ ۴۶
۲۵۲۔ ابن قیم الجوزیۃ: ۱/ ۷۷
۲۵۳۔ ابن قیم الجوزیۃ: ۱/ ۸۵
۲۵۴۔ ابن کثیر (عماد الدین) (م ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ: ۱/ ۹۹
۲۵۵۔ ابن کثیر: ۱/ ۲۰۵
۲۵۶۔ ابن کثیر: ۱/ ۲۱۰
۲۵۷۔ ابن کثیر: ۱/ ۴۲۰
۲۵۸۔ المقریزی (احمد بن علی) (م ۸۴۵ھ) امتاع الاسماع: ۲/ ۱۴۴
۲۵۹۔ المقریزی: ۲/ ۱۴۸
۲۶۰۔ المقریزی: ۱/ ۱۸
۲۶۱۔ المقریزی: ۱/ ۲۹
۲۶۲۔ المقریزی: ۱/ ۳۰
۲۶۳۔ المقریزی: ۲/ ۷
۲۶۴۔ المقریزی: ۱/ ۳۵
۲۶۵۔ المقریزی: ۱/ ۳۶
۲۶۶۔ المقریزی: ۲/ ۱۷۵
۲۶۷۔ الحلبی: ۱/ ۶۱
۲۶۸۔ الحلبی: ۱/ ۶۱
۲۶۹۔ الحلبی: ۲/ ۲۰۱
۲۷۰۔ الحلبی: ۱/ ۵۲
۲۷۱۔ الحلبی: ۱/ ۶
۲۷۲۔ الزرقانی (محمد بن عبد الباقی) (م ۱۱۲۲ھ) شرح الزرقانی علی المواہب: ۲/ ۶۷
۲۷۳۔ الزرقانی: ۱۱/ ۱۸۸، ۱۸۷
۲۷۴۔ الزرقانی: ۱۰/ ۲۵۶
۲۷۵۔ الاعظمی (حبیب الرحمٰن) مقدمۃ مجمع بحار الانوار: ۱/ ۵